شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ

کے علمی واصلاحی ارشادات اور چند علمی کمالات



مع مختصر سوانح

قسط اول (۱)

جمع وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوة العلماء لکھنؤ



ناشر

مفتی محمد جابر بن عمر پالن پوری، مدرّس جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ، ضلع بھروچ (گجرات)

ویب سائٹ www.alislahonline.com

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے
علمی واصلاحی ارشادات اور چند علمی کمالات
مع مختصر سوانح

قسط اول (۱)

جمع وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

مفتی محمد جابر بن عمر پالن پوری، مدرّس جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ، ضلع بھروچ (گجرات)

تفصیلات

نام کتاب	:	حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے علمی واصلاحی ارشادات اور چند علمی کمالات، مع مختصر سوانح
جامع ومرتب	:	محمد زید مظاہری ندوی (استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)
صفحات	:	۱۶۰
قیمت	:	
ویب سائٹ	:	www.alislahonline.com

☆☆☆

ملنے کے پتے

(۱) ادارہ افاداتِ اشرفیہ، دوبگا، ہردوئی روڈ لکھنؤ

(۲) ندوی بک ڈپو، ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۳) دیوبند وسہارنپور کے کتب خانے

فہرست مضامین

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے علمی ارشادات

باب (۲) علمی واصلاحی ارشادات

3

5

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين سيدنا محمد بن عبدالله الأمين، وعلىٰ آله وصحبه اجمعين،وعلى من تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلى يوم الدين وبعد!

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ اپنے عہد کے ممتاز عالم دین اور محدث جلیل تھے، انہوں نے اپنی پوری زندگی حدیث شریف کی تدریس اور افادہ میں گزاری اور دینی اور علمی خدمت کی راہ میں ازدواجی زندگی کے تقاضہ کو بھی نظر انداز کیا، انہوں نے طلبائے علم حدیث کو اپنے علم وتحقیق کی مشغولیت پر مبنی اپنا خاندان بنایا اور حدیث شریف کی مبارک خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کردی، حدیث شریف کی مبارک نسبت کے مطابق اپنی زندگی کو دینی صدق وصفا کا بھی مظہر بنایا اور شیخ الحدیث کے منصب کے ساتھ شیخ طریقت کے مقام کے بھی حامل ہوئے، اپنی خوش اخلاقی اور رشد وصلاح سے بھی اپنے طلبہ کو مستفید کرتے تھے، اس طرح حدیث شریف کے درس کے ذریعہ جو تربیتی ودینی افادیت ہوتی اس کو بھی اپناتے تھے، اپنی تدریسی زندگی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں گزاری اور وہیں کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے دونوں پہلوؤں میں فیض اٹھا کر ان کے قائم مقام کی جگہ سنبھالی، مولاناؒ کی مجلسیں بھی مفید اور تربیتی انداز کی ہوتی تھیں، ان سے استفادہ کرنے والے متعدد اہل علم واہل فضل سامنے آئے جو ان سے حاصل کردہ فیض دوسروں تک منتقل کرنے کا اپنے اپنے طور پر کام کررہے ہیں۔

7

ان کے اہل علم شاگردوں میں مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی نے جو حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ کے خطبات اور علمی افادات کو جمع کرنے اور نئے ابواب کے ساتھ شائع کرنے کا کام کرتے رہتے ہیں، حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ سے قرب حاصل ہونے پر ان کے ملفوظات اور تربیتی افادات کا انتخاب کرکے ایک مفید کتاب بھی تیار کردی تاکہ شیخ مذکور کے اب دنیا میں نہ ہونے کی صورت میں ان سے استفادہ کا سلسلہ قائم رہے، اس طرح مولانا زید صاحب نے ایک مفید کام انجام دے دیا ہے جو بہت لائق قدر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو قبولیت حاصل ہو اور اس کا نفع عام ہو، مجھ سے تعارفی کلمات لکھنے کی فرمائش کی جو قارئین کے سامنے ہے۔

محمد رابع حسنی ندوی
ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۶/ جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ
۵/ مارچ ۲۰۱۸ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عتیق احمد بستوی دامت برکاتہم

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على خاتم الانبياء والمرسلين

محمد بن عبدالله الأمين وعلى آله وصحبه أجمعين

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے یہ نہیں معلوم کہ اس کا شروع کا حصہ زیادہ بہتر ہے یا آخر کا زیادہ بہتر ہے، مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ کے دور اخیر میں بھی ایسی شخصیات پیدا ہوں گی جن پر دور اول کی شخصیات کا گمان ہوگا۔

بلاشبہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) دور اخیر کی وہ شخصیت تھے جن پر علم وفضل، تقویٰ وطہارت، اخلاص وفنائیت میں دور اول کی ممتاز ترین شخصیات کا گمان ہوتا تھا، اس اجمال کی تفصیل پوری کتاب چاہتی ہے۔

افسوس ہے کہ ان کے علوم وافکار کی ترتیب واشاعت کا کام بہت تاخیر سے شروع ہوا، اس کا ایک بڑا سبب ان میں فنائیت وتواضع کا غلبہ تھا، وہ اپنے دروس وافادات کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتے تھے، عمر کے بالکل آخری پڑاؤ میں انہوں نے بہ مشکل اپنے مخصوص شاگردوں کو اپنے تحریری افادات مرتب اور شائع کرنے کی اجازت دی۔

انہیں خوش نصیب شاگردوں میں جناب مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی ہیں، جنہوں نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی حیات مبارکہ میں ان کی اجازت سے موصوف کے تحریری افادات کے دو مجموعے ''نوادر الحدیث'' اور ''نوادر الفقہ'' شائع کئے، جن سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وافکار

8

اور تحقیقات کی خوشبو دنیا میں پھیلی، اہل علم نے ان دونوں مجموعوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا، تحقیقات کی بلندی اور افکار کی ندرت پر اہل علم کو خوشگوار حیرت ہوئی۔

جناب مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی زید مجدہ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے طلب واستفادہ کا بڑا موقع ملا، دورۂ حدیث کے سال انہوں نے حضرت شیخ سے صحیح بخاری پڑھی، افتاء کے سال بھی بعض کتابیں پڑھیں، حضرت شیخ سے اخیر تک گہرا ربط وتعلق رہا، شیخ کی نوازش وکرم فرمائی کی وجہ سے علمی ودینی سوالات بھی خوب کرتے تھے، انہوں نے اس کا بھی اہتمام کیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات وفرمودات کو لکھ کر محفوظ کرلیا کریں، اس طرح ان کے پاس شیخ کے افادات وملفوظات کا اچھا ذخیرہ جمع ہوگیا۔

اس خزانۂ علم ومعرفت کی ترتیب وتدوین کا کام وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے کررہے ہیں، اس کا کچھ حصہ میری نظر سے گزارا، اور میں نے محسوس کیا کہ یہ مجموعہ بزرگوں کے عام ملفوظات کی طرح نہیں ہے بلکہ اس میں علوم وفنون کے جواہر پارے پرودیئے گئے ہیں، اور تزکیہ واحسان کے قیمتی موتی چمک رہے ہیں، انشاء اللہ اس مجموعہ (شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ کے علمی واصلاحی ارشادات) کی اشاعت سے علمی ودینی لٹریچر میں گراں قدر اضافہ ہوگا، اور حضرت شیخ کے علوم وافکار کا بڑا قیمتی حصہ اس مجموعہ کے ذریعہ اہل علم کے سامنے آئے گا۔

میری دعا ہے کہ اس گراں قدر مجموعہ کی ترتیب واشاعت مکمل ہو اور یہ مجموعہ بارگاہِ خداوندی میں قبولیت حاصل کرے، اور بندوں کے درمیان خوب مقبول ومتعارف ہو، آمین یا رب العالمین۔

عتیق احمد بستوی

استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۳؍جمادی الآخر ۱۴۳۹ھ

ارشاد گرامی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

احقر اپنے تصنیفی وتالیفی کاموں میں ہمیشہ اکابر سے مشورے لیتا رہا، اپنے بعض اسلاف و اکابر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ وغیرہ کے علوم وافادات پر احقر نے جو جمع وترتیب کا کام کیا تھا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی خدمت میں ان کو پیش کیا، حضرتؒ نے اس کام کو بہت پسند کیا، اور ان کتابوں پر مقدمے اور دعائیہ کلمات بھی تحریر فرمائے۔

اس سلسلہ میں احقر حضرت مولاناؒ سے مشورے بھی لیتا رہا اور دعاؤں کی درخواست بھی کرتا رہا، منجملہ مشوروں کے ایک موقع پر حضرت نے احقر کو یہ مشورہ بھی دیا کہ ملفوظات بغیر کسی ترتیب کے بھی شائع کرو، جس میں تنوّع وتلوّن بھی ہو، اس کی لذت بھی دوسری ہوتی ہے، مضمون کے بدلنے سے اس کے پڑھنے میں اکتاہٹ نہیں ہوتی بلکہ خاص نوع کا لطف حاصل ہوتا ہے، اس نوع کی بات حضرتؒ نے فرمائی تھی۔

چنانچہ حضرت مولاناؒ کی مذکورہ ہدایت کے مطابق الحمدللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے علمی واصلاحی ارشادات نیز حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے ملفوظات اسی نوعیت سے بغیر کسی ترتیب کے جمع کر کے شائع کئے جارہے ہیں، حضرت شیخؒ کے افادات کی یہ پہلی قسط ہے انشاء اللہ تین یا چار حصے اسی نوعیت کے ابھی اور آئیں گے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائے، اور امت کے لئے خیر کثیر کا ذریعہ بنائے۔

(مرتب)

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی مثال تو بارش کی طرح ہے، نہیں کہا جاسکتا ہے اس کے کس حصے اور کس قطرہ میں خیرِ کثیر ہے، اور کون سا قطرہ کھیتی کے لئے زیادہ مفید ہوگا۔

مثل أمتي مثل المطر لا يدرىٰ أوله خير أم آخره. (ترمذی، مشکوٰۃ ص۵۸۳)

مطلب یہ کہ خیر القرون کے بعد بھی ہر صدی اور ہر دور میں اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں کو پیدا کرتا رہے گا، جو خیر القرون اور اسلافِ امت کی یاد تازہ کرتے رہیں گے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ انہی کبارِ علماء ومحدثین میں سے تھے، جو اگرچہ چودھویں صدی میں پیدا ہوئے لیکن ان کے تبحر علمی اور فنِّ حدیث سے خصوصی مناسبت نیز ان کی علمی تحقیقات وتدقیقات کو دیکھ کر علمائے متقدمین اور کبارِ محدثین کی یاد تازہ ہوتی ہے، وہ اپنے وقت کے جلیل القدر شیخ الحدیث تھے، احادیث کی تحقیقات کے سلسلہ میں اکابر علماء واساتذۂ حدیث آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے، آپ کی مجلس میں صبح وشام بلکہ ہر وقت کوئی نہ کوئی علمی واصلاحی اور تحقیقی بات ہوا کرتی تھی، آپ کے تبحر علمی اور مطالعہ کی کثرت کا عالم یہ تھا کہ جب کسی مسئلہ کے متعلق قدماء کی تحقیقات بیان کرنا شروع فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ علم اُبل رہا ہے، تحقیقات وتدقیقات کا دریا موجیں مار رہا ہے، آپ کی مجلس میں بہت سے حضراتِ اہل علم آپ سے علمی سوالات کرتے اور آپ ان کے جوابات ارشاد فرماتے تھے، آپ کی خدمت میں آپ کے تلامذہ اور مریدین بھی بکثرت اپنی اصلاح کے لئے حاضر ہوتے تھے، اور حضرتؒ ان کے حالات کے مطابق اصلاحی باتیں بیان فرماتے تھے، عوام الناس بھی آپ سے ربط رکھتے اور حاضری دیتے تھے، ان کے حالات کے مطابق آپ ان کو بھی ہدایتیں اور نصیحتیں فرماتے، صبح وشام آپ کی مجلس کا یہی معمول رہتا تھا۔

بلاشبہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کی ہوئی وہ علمی واصلاحی باتیں احادیث مبارکہ کی

روشنی میں ہوتی تھیں، جوآپ کے کثرتِ مطالعہ کا حاصل اور نچوڑ ہوتی تھیں، اسی طرح آپ کے بیان کردہ علمی واصلاحی ارشادات وملفوظات بھی اسلاف کی نصیحتوں اور ہدایتوں پر مشتمل ہوتے تھے، کاش اگر حضرتؒ کی ان سب باتوں کو اہتمام سے جمع کیا گیا ہوتا تو آج امت کے سامنے ان سے استفادہ اور رہنمائی کا ایک مستند علمی واصلاحی ذخیرہ ہوتا، لیکن افسوس! کہ یہ نہ ہوسکا۔

احقر راقم الحروف کا حضرت اقدسؒ سے زمانۂ طالب علمی ہی سے تعلق رہا، اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کی ہدایت کے مطابق الحمدللہ دوسال تک حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحبؒ کی خدمت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی، اسی مدت میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری ومسلم اور درِّ مختار ورسم المفتی بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا اور اپنے ذوق کے مطابق اُسی وقت سے حضرت اقدسؒ کی علمی واصلاحی باتیں جو احقر کے سامنے ہوتی تھیں، ضبط کرنے کا اہتمام کرتا رہا، چنانچہ ایک معتد بہ ذخیرہ کئی کاپیوں میں جمع ہوگیا، بعد میں احقر نے حضرت اقدس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع دی، اور عرض کیا کہ حضرت والا کے علمی واصلاحی ارشادات احقر نے جمع کئے ہیں، حضرت والا اس کو ملاحظہ فرمالیں تاکہ جو نامناسب اور قابلِ حذف ہوں ان کو حذف کردیا جائے، اور جو قابلِ اصلاح ہوں ان کی اصلاح کردی جائے، کئی سال تک حضرت سے اس کی درخواست کرتا رہا، لیکن حضرتؒ غایت درجہ تواضع اور منکسر المزاجی کی وجہ سے اس پر تیار نہ ہوتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میرے کیا ملفوظات، ملفوظات تو حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ کے ہیں، ان کے ہر ملفوظ میں کوئی نہ کوئی مصلحت وحکمت کی بات ہوتی ہے، تم مولانا صدیق احمد صاحب کے ملفوظات جمع کررہے ہو وہ کرتے رہو، ان کی ساری باتیں اخلاص پر مبنی ہوتی ہیں، ان کی باتوں میں بڑی تاثیر ہے، ان کے سارے ملفوظات جمع کرو، اور سب شائع کرو، اس سے انشاء اللہ امت کو بہت نفع ہوگا، باقی میں کیا اور میرے ملفوظات کیا؟ لیکن احقر حضرت سے بار بار اس مجموعہ پر نظر ثانی کی درخواست کرتا رہا، بالآخر حضرت نے اخیر میں احقر سے پورے انشراح کے ساتھ فرمایا کہ اس کو تم خود ہی دیکھ لو، اور جو باتیں مفید ہوں ان کو باقی رکھو، باقی کو حذف کردو۔

حضرتؒ کے اس فرمان سے بڑی خوشی اور اطمینان بھی ہوا، اور ساتھ ہی بڑی ذمہ داری کی فکر بھی، حضرتؒ کی حیات میں تو اس مجموعہ کو صاف کرنے اور مرتب کرنے کی نوبت نہیں آسکی، اب حضرتؒ کی وفات کے بعد جب اس مجموعہ کو دیکھنا شروع کیا تو الحمدللہ! اس میں بہت سی علمی واصلاحی باتیں عوام وخواص سبھی کے لئے مفید نظر آئیں، حضرتؒ کی ہدایت کے مطابق بغور اس کا مطالعہ کیا، اور غیر مفید باتوں کو حذف کردیا۔

احقر نے حضرتؒ کے ملفوظات جمع کرنے کا سلسلہ اسی وقت سے شروع کردیا تھا جب احقر کو حضرت کی خدمت میں مسلسل دوسال رہنے کی سعادت حاصل ہوئی، اُسی زمانہ کے ملفوظات کی تعداد زیادہ ہے، اُس کے بعد تعطیل کے ایام میں بھی وقتاً فوقتاً حاضری ہوتی رہتی تھی، لیکن اس مدت میں ملفوظات لکھنے کا اتفاق کم ہوا، اس لئے ان کی مقدار بھی کم ہے، بہرحال جو امانت احقر کے پاس ہے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جس پر اعتماد بھی کیا، وہ سب آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، اس مجموعہ کی یہ پہلی قسط ہے، مزید قسطیں انشاء اللہ آئندہ آئیں گی، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائے، اور عوام وخواص سب کے لئے مفید اور نافع بنائے۔

ہم بہت بہت شکر گزار ہیں جناب مولانا مفتی محمد جابر ابن عمر پالن پوری (مدرّس جامعہ قاسمیہ، عربیہ کھروڈ، گجرات) کے اور ان اہل خیر حضرات کے جن کی توجہ اور تعاون سے یہ رسالہ منظر عام پر آنے کے قابل ہوسکا، اللہ تعالیٰ ہمارے ان تمام محسنین کو دنیا و آخرت میں جزائے خیر نصیب فرمائے۔ آمین

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ

مختصر سوانح

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ

مرتب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

11

مختصر سوانح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین
محمد و علیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الراحمین.

نام وتاریخ پیدائش:

آپ کا نام محمد یونس ہے، تاریخ پیدائش خود آپ کی تحریر کے مطابق صبح ۷/بجے بروز دوشنبہ ۲۵/رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء ہے۔

آپ کے والدین:

آپ کے والد صاحب کا نام محمد شبیر اور والدہ کا نام عمدۃ النساء تھا، دونوں ہی بڑے صالح، متقی وپرہیزگار اور بڑے سادہ مزاج تھے، پورے خاندان میں ان کا اثر ورعب تھا، والد صاحب کھیتی کرتے تھے، لیکن صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند تھے، احقر کی زمانۂ طالب علمی میں حضرت کے والد صاحب کبھی کبھی مظاہر علوم سہارنپور تشریف لاتے تھے، الحمد للہ احقر کو بھی ان کی خدمت کی سعادت حاصل رہی ہے، ان کی آمد پر حضرت شیخ گویا بچھ جاتے تھے اور ہر ممکن ان کی راحت رسانی اور ان کی خوشی کا خیال رکھتے تھے، وہ بڑے خوش مزاج نیک طبیعت کے ملنسار تھے، حضرت شیخ اکثر اوقات اپنے حجرے ہی میں ہر وقت مطالعہ میں مشغول رہتے تھے، عصر کے بعد کا وقت بھی کمرے ہی میں گزرتا تھا، حضرت کے والد صاحب جب تشریف لاتے تو یہ صورتحال دیکھ کر باپ ہونے کی حیثیت سے ازراہِ شفقت ناراض ہوتے اور حضرت کو تنبیہ بھی فرماتے کہ کیا ہر وقت کمرے میں گھسے رہتے ہو؟ باہر نکلو تھوڑی دیر ٹہلا کرو، چنانچہ احقر نے حضرت کو احاطۂ دارِ قدیم میں چھڑی لئے ٹہلتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

آپ کی والدہ بڑی ہی نیک طبیعت کی تھیں، لیکن افسوس کہ ابھی آپ کی چھ سال کی بھی عمر پوری نہ ہوئی تھی کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اب آپ صرف اپنی نانی اور والد صاحب کے زیر سایہ زندگی گزار رہے تھے، والد صاحب چونکہ کاشت کار تھے، اس لئے قصبات اور گاؤں والوں کی عادت کے مطابق اپنے اس ہونہار بیٹے (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ) کے لیے بھی یہی تجویز کیا تھا کہ میرا بیٹا جلدی بڑا ہو جائے اور کھیتی کرے، ہل چلائے، بھینس چرائے، اور میرا ہاتھ بٹائے۔

وطن مالوف:

آپ کا وطن صوبہ اتر پردیش کے معروف شہر جونپور کے مضافات میں ہے، جونپور کے قریب چند کلومیٹر کے فاصلے پر ''چوکیہ'' نام سے ایک دیہات ہے جو آپ کا وطن مالوف تھا، اور یہی آپ کا آبائی وطن بھی تھا۔

حضرت شیخؒ خود فرماتے تھے کہ میرے پورے علاقے میں جہالت عام تھی لیکن عام طور پر لوگوں میں دینی رجحان غالب تھا، اور اکثر صحیح العقیدہ لوگ تھے، البتہ بدعات کی طرف مائل تھے، تعزیہ وغیرہ کی بدعات میں خاندان کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے البتہ میرے والد صاحب ان بدعات سے بھی دور رہتے تھے۔

ابتدائی تعلیم:

حضرت شیخؒ کی ابتدائی مختصر زبانی تعلیم تو گھر ہی میں ہوئی تھی اور فطری طور پر آپ کی طبیعت میں شروع ہی سے علم دین حاصل کرنے کا ذوق وشوق پایا جاتا تھا، حالانکہ والد صاحب کا علمی ذوق بالکل نہ تھا اور نہ ہی والد صاحب آپ کو پڑھانے کا جذبہ رکھتے تھے، حضرت والا خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''میں اپنی نانی کے پاس رہا کرتا تھا، میری نانی ماموں جان کو ایک مرتبہ مکتب میں جانے کے لیے مار رہی تھیں کہ پڑھنے کیوں نہیں جاتا، اسی وقت مجھے بھی شوق ہوا، میں نے کہا کہ میں بھی پڑھنے جاؤں گا، تقریباً چھ سال کی عمر تھی، وہ مکتب گھر سے تقریباً دو کلو

میٹر کے فاصلے پر تھا، میں چلتے چلتے تھک جاتا تو ماموں جان مجھے گود میں اٹھا لیتے، وہ تھک جاتے تو اتار دیتے، تھوڑی دیر بعد پھر اٹھا لیتے، مکتب میں جانے کا یہ آغاز تھا، کچھ دنوں کے بعد ایک دوسرے مکتب میں ماموں جان نے داخلہ لے لیا میں بھی وہاں جانے لگا اس وقت میں قاعدہ بغدادی پڑھتا تھا، ماموں جان نے پڑھنا چھوڑ دیا تو میری بھی پڑھائی چھوٹ گئی، اس وقت میری عمر نو سال کی ہو چکی تھی۔

پھر ہمارے ہی گاؤں میں ایک مکتب قائم ہو گیا درجہ دوم تک تعلیم میں نے اسی مکتب میں حاصل کی، درجہ سوم کے لیے ''مانی کلاں'' گاؤں میں جو میری بستی سے تین میل (تقریباً چار کلومیٹر) کی دوری پر ہے۔ اس میں درجہ سوم میں داخلہ لیا، مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں درجہ سوم پاس کر لینے کے بعد والد صاحب نے میری تعلیم چھڑا دی، اور دو سال تک میری تعلیم کا سلسلہ منقطع رہا، والد صاحب تو یہی چاہتے تھے کہ یہ میرے کاموں میں میرا ہاتھ بٹائے اور کھیتی کرے''۔

عربی تعلیم کا آغاز:

اپنی ابتدائی عربی، فارسی تعلیم کے متعلق حضرت شیخؒ خود تحریر فرماتے ہیں:

''تقریباً تیرہ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مانی کلاں میں داخلہ ہوا، ابتدائی فارسی سے لے کر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لے کر مختصر معانی، مقامات وشرح وقایہ ونور الانوار تک وہیں پڑھیں، اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب سے، مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں، اس لئے تکمیل کافی مؤخر ہو گئی''

(شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور ان کے خلفاء ص ۱۲۱)

مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ:

حضرت مولانا شاہد صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے تعلیمی سلسلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ماہ شوال ۱۳۷۸ھ مظاہر علوم میں داخلہ لے کر جلالین شریف، ہدایہ اولین،

میبذی سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، ۱۳۷۹ھ میں بیضاوی، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ شریف پڑھی، شعبۂ تجوید میں بھی اسی سال داخلہ لے کر مشق کی۔

فراغت کے بعد ۱۳۸۱ھ میں مولانا موصوف نے مزید ایک سال مدرسہ میں رہ کر فنون کی یہ کتابیں پڑھیں، اقلیدس، صدرا، ہدایہ رابع، شمس بازغہ، خلاصۃ الحساب، درمختار۔

(علمائے مظاہر علوم سہارنپور ص ۲۵۶)

مظاہر علوم سہارنپور میں حضرتؒ کا تقرر:

حضرت شیخ خود اپنے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدے پر تقرر ہوا وظیفہ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیر تعلیم وتدریس تھیں......اس سے اگلے سال یعنی شوال ۱۳۸۴ھ ہدایہ اولین، قطبی واصول الشاشی زیر تدریس تھیں، اسی سال ذی الحجہ میں حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ کا انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی جو باب الکبائر سے پڑھائی۔

پھر آئندہ سال شوال میں مختصر معانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی، اور شوال ۱۳۸۶ھ میں ابوداؤد شریف ونسائی شریف ونور الانوار زیر تعلیم رہیں، اس کے بعد شوال ۸۷ھ میں مسلم شریف، نسائی وابن ماجہ ومؤطین زیر درس رہیں۔

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف ومسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی، اور بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ بخاری شریف اور دوسری کوئی کتاب ہوتی رہتی ہے۔

(شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور ان کے خلفاء۔ص ۱۲۲۔۱۲۳)

اس طرح تقریباً ۵۴ سال آپ کو حدیث شریف کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور آپ کی عمر کا اکثر حصہ حدیث پاک کی خدمت میں گزرا۔

حضرتؒ کی شادی کا مسئلہ:

ازدواجی زندگی شریعت مقدسہ کا ایسا تاکیدی حکم اور ہر فرد بشر کی ایسی لازمی ضرورت ہے جس کے بغیر آدمی کو اپنی زندگی میں سکون حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے نکاح کرنا تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت رہی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ بھی ازدواجی زندگی کو پسند فرماتے تھے، لیکن مسلسل اعذار اور مختلف بیماریوں کی وجہ سے اس کی نوبت نہیں آئی، حضرت شیخ اپنی شادی کے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں:

''امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت ہی نہ ہوئی، اور اب بڑھاپا شروع ہو چکا، حدود خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں، اب اپنی بیماریوں کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ہوتا کیا ہے، وقت گزر گیا''۔

(شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور ان کے خلفاء۔ص ۱۲۴)

احقر کی زمانۂ طالب علمی میں جب حضرت کو مختلف بیماریوں نے گھیر لیا اور استعمالی ساز وسامان کے رکھ رکھاؤ میں بے ترتیبی اور کھانے کی چیزوں کے ضائع ہوجانے کے وقت حضرت کثرت سے ازدواجی زندگی کا تذکرہ فرماتے اور شریک حیات نہ ہونے کی کمی اور اس کے نہ ہونے کے نقصانات اور تکلیف کا بھی اظہار فرماتے۔ اور بڑی حسرت سے فرماتے تھے کہ بیوی کے بغیر گھر کا نظام درست نہیں ہو پاتا جو آرام بیوی سے پہنچتا ہے وہ کسی اور سے نہیں پہنچ سکتا، حضرت فرماتے تھے کاش شادی کی ہوتی تو بیوی سے وہ خدمت لیتا جو طلباء سے نہیں لے سکتا۔

یہاں سے جانے کے بعد احقر نے اپنے شیخ حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ سے اس کا تذکرہ کیا اور درمیان میں واسطہ بن کر حضرت اقدس کے رشتہ ہوجانے کی کوشش کی، لیکن حضرت شیخ کی علمی مشغولی، قلت فرصت، انہماک فی العلم اور مزاج کی نزاکت

سے بھی حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ اچھی طرح واقف تھے، اس لئے ایک مکتوب میں حضرت نے صاف صاف فرمایا کہ رشتہ ہوگا تو اس کے حقوق بھی ادا کرنے ہوں گے، وقت بھی دینا ہوگا، اگر واقعی سب باتیں منظور ہوں اور دلچسپی ہو تو رشتہ تلاش کیا جائے، اور بات آگے بڑھائی جائے، درمیان میں واسطہ ہونے کی حیثیت سے احقر نے خوب کوشش کی اس سلسلہ میں حضرت اقدس مولانا سید صدیق احمد صاحب کی خدمت میں ایک عریضہ بھی ارسال کیا گیا، حضرت نے اس کا مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

''برادرم السلام علیکم!

حالات سے آگاہی ہوئی آپ براہ راست......
سے معلوم کیجئے، اگر واقعی شادی کرنا ہو تو مطلع کیجئے، اس پر
غور کرلیں کہ بیوی کی نزاکت برداشت کرنی ہوگی اور اس
کے تمام حقوق ادا کرنے ہوں گے، مطالعہ میں کچھ نہ کچھ کمی
کرنی پڑے گی۔ صدیق احمد

(اصلاح معاشرہ، مکاتیب حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ ص ۶۱)

لیکن حضرت شیخ کی طرف سے اس سلسلے میں زیادہ رغبت اور دلچسپی نہیں پائی گئی حضرت مولانا صدیق صاحبؒ کے خط کا جواب بھی نہیں تحریر کیا گیا، اس لئے حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے بھی کوئی پیش رفت نہ فرمائی، اور معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا اور اپنے عوارض اور حالات کی بناء پر حضرت شیخ نے علم دین اور فن حدیث کے خاطر شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اور حضرت امام نوویؒ کی طرح مجرّد رہ کر مجاہدہ اور نفس کشی کے ساتھ پوری زندگی گزاردی۔

تزکیۂ نفس اور بیعت وسلوک:

حق تعالیٰ کی طرف سے یہ قدرتی نظام تھا کہ زمانۂ طالب علم ہی سے آپ کو ایسے اساتذہ نصیب ہوئے جو صرف آپ کے استاد ہی نہیں بلکہ مشفق محسن ومربّی بھی تھے،

جو حضرت کے اعمال واخلاق اور گفتار وکردار پر بھی پوری نظر رکھتے تھے، نامناسب باتوں پر تنبیہ بھی فرماتے تھے، مدرسہ ضیاء العلوم کی زمانۂ طالب علمی میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب اور حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب خاص طور پر آپ پر بڑی شفقت فرماتے اور آپ کی اصلاح وتربیت کی طرف پوری توجہ فرماتے تھے۔

مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لینے کے بعد آپ کا خصوصی تعلق حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور) اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے تھا، آپ کثرت سے ان کی خدمت میں حاضری دیتے اور ان کی صحبت صالح سے مستفید ہوتے۔

رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کے اخیر عشرہ میں حضرتؒ کو خیال ہوا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے بیعت بھی ہو جاؤں، اس وقت آپ مظاہر علوم کے ممتاز اساتذہ میں سمجھے جاتے تھے، اور فقہ وحدیث کی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے، آپ نے اپنی اس خواہش کا اظہار شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے کیا اور بیعت کی درخواست کی، حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا:

''بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے، استخارہ کرلے''

حضرت شیخ نے عرض کیا کہ دعا اور انشراح کے بعد ہی درخواست کر رہا ہوں، لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے فرمایا کہ کم از کم تین دن استخارہ کرو، چنانچہ حضرت نے تین دن استخارہ کیا اس کے بعد حضرت سے بیعت ہو گئے، اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی ہدایت کے مطابق اذکار واشغال اور دیگر معمولات پورے کرنے لگے، بیعت اور اصلاحی تعلق کے لیے آپ نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا انتخاب کیوں کیا؟ اس کی وجہ خود ہی حضرت شیخ اپنے قلم سے تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت بعض ایسے مشائخ کبار حیات تھے جن سے بندے کو بہت عقیدت ہے لیکن بیعت میں حضرت نور اللہ مرقدہ کی طرف طبعی رجحان تھا، اور عقلاً بھی رجحان تھا، نیز

یہ بھی کہ حضرت استاذ تھے، اور پھر قریب تھے''

(شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اوران کے خلفاء۔ص ۱۳۲)

اس کے ساتھ ہی حضرت شیخؒ کا حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارن پور وخلیفۂ اجل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) سے بھی خصوصی تعلق تھا، وہ حضرت شیخؒ کے بڑے مشفق ومحسن استاد اور مربی تھے، حضرت شیخؒ کے استاد ہوجانے کے بعد بھی تکبیر اولیٰ فوت ہوجانے پر حضرت شیخؒ کو تنبیہ فرماتے تھے۔

خلافت واجازت بیعت:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کی پوری زندگی اور مختلف حالات و معمولات حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحب) کے سامنے تھے، اور وہ حضرت شیخؒ کے علمی وعملی کمالات اور خصوصیات سے بھی واقف تھے، اس لئے باوجودیکہ حضرت شیخؒ بیعت تو تھے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے لیکن حضرت ناظم صاحب نے اپنے اس ہونہار شاگرد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے علمی وعملی کمالات اور روحانی وعرفانی مدارج کو محسوس فرما کر از خود ۵؍محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں بعد نماز ظہر حضرت شیخؒ کو بیعت کی اجازت عطا فرمائی۔

لیکن چونکہ ضابطہ کا اصلاحی تعلق آپ کا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے تھا اس لئے حضرت ناظم صاحب کی طرف سے اجازت وخلافت مل جانے کے باوجود آپ اپنے شیخؒ کی خدمت میں طالب وخادم بن کر حاضر ہوتے رہے، چنانچہ حضرت شیخؒ خود ہی تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ سے تھا اس لئے حضرت ناظم صاحبؒ کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت سے ہی تربیت کا تعلق رہا، اور بحمد اللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا، گو اہل اللہ کے ارشاد کی

دل میں قدر تھی اور ہے'' (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اوران کے خلفاء۔ص ۱۳۸)

بالآخر وہ وقت بھی آ گیا کہ ۱۱؍ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۴؍نومبر ۱۹۷۶ء جمعرات کے دن حضرت شیخؒ نے بھی آپ کو اجازت بیعت وخلافت عطا فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے سے امت کے لئے فیوض رسانی کے دروازے کھول دیئے، اس کے بعد بھی آپ برابر اذکار واشغال میں بہت پابندی اور توجہ کے ساتھ لگے رہے۔

آپ کا مسلک ومشرب:

آپ حنفی مسلک خاندان میں پیدا ہوئے، اور آپ کے جملہ اساتذہ ومشائخ جن سے آپ نے اکتساب فیض کیا وہ سب مسلکاً حنفی اور مشرباً صوفی وچشتی تھے، آپ بھی اپنے اساتذہ اور مشائخ کے نقش قدم پر تھے، پوری زندگی آپ حنفی مسلک پر ہی عامل رہے، علم وتحقیق اور دلائل کی روشنی میں اپنے درس میں آپ بسا اوقات دوسرے مسالک کو بھی ترجیح دیا کرتے تھے، اور دوران درس اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے کہ میں بھی حنفی ہوں لیکن تم لوگوں کی طرح مقلد جامد نہیں ہوں، اسی وجہ سے بعض مسائل میں دلائل کی بنیاد پر آپ نے حنفی مسلک کے بجائے دوسرے مسالک کو بھی راجح قرار دیا، نیز فرماتے تھے کہ میں متأخرین احناف کی تخریجات پر زیادہ اعتماد نہیں کرتا البتہ صاحب مذہب حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے جو کچھ منقول ہو اس پر اعتماد کرتا ہوں، حنفی مسلک کے سلسلے میں آپ براہ راست ''مبسوط سرخسی'' دیکھتے اور اسی پر اعتماد فرماتے تھے۔

علم وتحقیق اور دلائل کی روشنی میں حضرت کے بعض تفرّدات یا دوسرے مسلک کی ترجیحات کی وجہ سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی اور وہ یہ گمان کرنے لگے کہ حضرت شیخ حنفی نہیں رہے بلکہ سلفی یا غیر مقلد ہوگئے تھے، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے، احقر نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ مرتب کیا ہے ''شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے مسلک کی وضاحت'' اس رسالہ میں حضرتؒ ہی کی تحریرات اور ان کے لکھے ہوئے سوالات کے ایسے جوابات جمع کئے گئے ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ اصلاً حنفی المسلک ہی تھے۔

اور تزکیہ وتصوف کے باب میں بھی آپ مشائخ چشت اور اپنے اکابرِ صوفیاء کے معتقد تھے، ان سے حسنِ ظن رکھتے اور انہی کے نقشِ قدم پر تھے، البتہ وحدۃ الوجود کے غلط مفہوم کے جو لوگ قائل تھے حضرت اس کو تسلیم نہ کرتے تھے، اس سلسلہ میں شیخ ابن عربیؒ، مولانا رومیؒ، شمس تبریز، حافظ شیرازیؒ وغیرہ کے بعض غیر محتاط اشعار اور ان کی عبارتوں پر سخت نقد فرمایا کرتے تھے، اور وہ اشعار یا عبارتیں ایسی تھیں کہ جن کی اگر توجیہ وتاویل نہ کی جائے تو ان سے اہل باطل کے مسلک اور ان کے غلط نظریہ کو فروغ ہوتا یا تقویت ملتی اور تائید ہوتی تھی، اس لئے آپ ابن عربیؒ اور مولانا رومیؒ وغیرہ سے سخت ناخوش تھے اور ان کی ایسی عبارتوں اور اشعار پر سخت جرح فرماتے تھے اور ان کے اس نوع کے جملہ اشعار یا عبارتیں جن سے باطل نظریات کی تائید ہوتی ہو امت کے حق میں ان کو مضر سمجھتے تھے، اس لئے ان کی کتاب مثنوی وغیرہ کو بھی سرے سے غیر مفید سمجھتے تھے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت مشرباً صوفی نہ تھے، یا اکابر صوفیاء ومشائخ سے حسن ظن نہ رکھتے تھے بلکہ آپ تو خود پختہ صوفی اور کبار اولیاء اور مشائخ چشت سے عقیدت رکھتے تھے، اور انہی کے نقشِ قدم پر تھے۔

زندگی کے آخری ایام:

حضرت شیخؒ کی پوری زندگی فن حدیث شریف کی خدمت اور مخلص طالبین کو علمی وعملی اور روحانی فیوض وبرکات پہنچانے میں گزری، اور علم ومعرفت کے جو خزانے اور امانتیں آپ کو اپنے اساتذہ ومشائخ سے حاصل ہوئی تھیں زندگی بھر آپ مخلصین وطالبین کو پہنچاتے رہے۔

سال میں دو مرتبہ آپ کا حرم پاک کا مبارک سفر ہوتا تھا ایک ایام حج میں حج کی غرض سے، دوسرے شعبان کے اواخر اور رمضان شریف کے اوائل میں عمرہ کی غرض سے، حضرت کا معمول تھا کہ مظاہر علوم سہارنپور میں ختم بخاری شریف کے بعد باندہ ہتورا اور گجرات وغیرہ کے اسفار کے بعد لندن کا سفر فرماتے، اور وہیں سے شعبان کے آخری ایام میں حرم پاک پہنچ جاتے اور رمضان المبارک کے صرف چند روز گزار کر جلد ہی سہارنپور

واپس تشریف لے آتے، اور فرماتے کہ وہاں مخلص طالبین دور دراز سے آتے ہیں ان کی وجہ سے جلدی آجاتا ہوں، اسی طرح حج کے موقع پر بھی حج سے فراغت کے بعد جلد ہی واپس آجاتے کہ بخاری شریف پڑھانا ہے، آپ نے حرم پاک میں رمضان المبارک گذارنے کے مقابلہ میں انڈیا میں رہ کر لوگوں کو فیض پہنچانے اور ان کی اصلاح وتربیت کرنے کو ترجیح دی، اور ایام حج میں وہاں زیادہ رہنے کے مقابلے میں اپنے ملک میں جلد آکر حدیث پاک کی خدمت کرنے اور بخاری شریف پڑھانے کو ترجیح دی۔

حضرتؒ کی زندگی کا جو آخری سال تھا اس سال بھی معمول کے مطابق مظاہر علوم سہارنپور میں ختم بخاری شریف کے بعد باندہ ہتورا ختم بخاری شریف کے لئے تشریف لے گئے اور ہتورا باندہ سے ایم پی میں حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے قائم کردہ مدرسہ ’’جامعہ خیر العلوم‘‘ کھنڈوا میں ان حضرات کی خواہش واصرار پر تشریف لے گئے، اس پورے سفر میں الحمد للہ حضرت کی معیت اور خدمت کی سعادت اس ناکارہ کو بھی حاصل رہی، اور پورے سفر میں حضرت کے فیوض وبرکات سے لوگ خوب خوب مستفید ہوتے رہے، اگر صرف اسی ایک سفر کی حضرت کی اصلاحی وتربیتی باتوں کو جمع کرلیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، اس سفر میں حضرت کی فرمائی ہوئی چند اہم نصیحتیں اس مجموعہ ملفوظات کے اخیر میں شامل کردی گئی ہیں، ناظرین اس سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

الغرض حسبِ معمول سفر کی جو ترتیب تھی اس کے مطابق آپ شعبان کے اخیر میں پہلے لندن تشریف لے گئے اور لندن سے حرم پاک، اور رمضان شریف میں عمرے سے فراغت کے بعد اپنے مخلص مریدین وطالبین کی وجہ سے جلد ہی سہارنپور تشریف لے آئے اور تقریباً پورے رمضان لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے، دیکھتے دیکھتے ماہِ شوال آگیا، ۱۰؍ شوال کو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کھل گیا، اساتذہ وطلباء کی آمد ہونے لگی۔

سال کے ابتداء میں حضرت کی خدمت میں اساتذہ کی حاضری:

ہر سال کا معمول تھا کہ سال کے ابتداء ماہِ شوال میں تمام بڑے اساتذہ اور حضرت مولانا سید سلمان صاحب مظاہری (ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضرتؒ ان سارے اساتذہ کو کچھ نصیحتیں اور ہدایتیں فرماتے، اور دعا پر اس مجلس کا اختتام ہوتا، بعض سالوں میں احقر کو بھی اس مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل رہی ہے، حضرتؒ اس مجلس میں خصوصیت سے تعلیم وتدریس میں اخلاص پیدا کرنے، مطالعہ کرنے، محنت سے پڑھانے، طلباء کو امانت سمجھ کر ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور ان کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ کرنے کی ہدایت فرماتے تھے، اور دعا کے بعد مجلس برخاست ہوجاتی، اس موقع پر حضرت ان تمام حضرات کے لئے خصوصی ناشتہ، چائے پانی کا بھی بڑی فراخی سے انتظام فرماتے اور بڑی خوشی کا اظہار فرماتے۔

معمول کے مطابق اس سال بھی شوال کے شروع میں مظاہر علوم کھلنے کے بعد کبار اساتذہ اور حضرت مولانا سلمان صاحب مظاہری (ناظم مظاہر علوم سہارنپور) حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور نصیحت ودعا کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، پتہ نہیں میں اس سال پڑھا سکوں گا یا نہیں۔

اساتذہ کو چند آخری نصیحتیں:

اس کے بعد حضرت نے بہت مختصر نصیحت فرمائی جس کا خلاصہ درج ذیل ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

(۱) ''یہ فتنوں کا زمانہ ہے، اپنے کو فتنہ سے بچاؤ، اور یہ آیت پڑھی ''وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' آپ نے فرمایا: اپنے کو فتنوں سے بچاؤ اور فتنوں کو دبانے کی کوشش کرو، اور فتنوں کو دبانے اور اس سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ اپنے کام میں لگے رہو اور خاموش رہو''

انہی آخری ایام میں دوسری مجلس میں حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ:

(۲) ''طلباء پر زیادہ سختی مت کرو، طالب علم کی زیادہ پٹائی کرنا حرام ہے، ایک طالب علم کی استاد نے اتنی پٹائی کی کہ پاؤں کالا ہوگیا اور رگیں سڑ گئیں، اگر شرعی قضاء کا نظام ہوتا تو قصاص لیا جاتا، شاگردوں کا بھی حق ہے، مریدوں کا بھی حق ہے، ماتحتوں کا بھی حق ہے، بڑے لوگ اپنے حقوق سوچتے رہتے ہیں، چھوٹوں کے حقوق نہیں سوچتے''

نیز ارشاد فرمایا:

(۳) ''خاندان اور علاقہ کی بناء پر کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے، اس معنی کر خاندان اور علاقہ کوئی چیز نہیں، خود حق تعالیٰ کا فرمان ہے ''وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا'' یہ سب تو صرف پہچان کے لیے ہے، جیسے کوئی شخص کسی کا پتہ معلوم کرنے آیا اس کو پتہ نہیں چل رہا ہے، تو بتادو کہ فلاں علاقے کا ہے، یہ مقصد ہے آیت کا، فخر اور تکبر مقصود نہیں، یہ سب صرف پہچان کے لئے ہے، فخر وتکبر کے لئے نہیں''

نصیحت کے بعد حضرت نے مختصر دعا فرمائی اور مجلس برخاست ہوگئی، یہ شوال کی ۱۰ر تاریخ تھی، اس کے بعد ہی آپ پر شدید بیماری کا دورہ پڑا جس میں آپ پر غنودگی سی طاری ہوگئی، ۱۱ر شوال جمعہ کے روز بمشکل آپ نمازِ جمعہ مسجد میں لے جائے گئے، کئی دن اسی طرح بیماری وتکلیف اور علاج ومعالجہ میں گزر گئے۔

آخری لمحات وسانحۂ ارتحال:

۱۵ر شوال تک آپ کی طبیعت میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہا، نقاہت واضمحلال میں بھی اضافہ ہورہا تھا، اکثر اوقات آپ خاموش رہتے، آنکھیں بند فرمالیتے اور غنودگی کی سی کیفیت طاری رہتی لیکن آپ ہوش میں ہوتے تھے، ۱۵ر شوال کا دن گزر جانے کے بعد مغرب وعشاء کے درمیان آپ نے کھانا بھی تناول فرمایا اور تقریباً دس بجے رات عشاء کی نماز باجماعت اپنے حجرہ میں ادا فرمائی، بعد نماز طبیعت میں بے چینی بڑھ گئی اور اسی سخت

بے چینی میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ آپ ٹیک لگائے بیٹھے رہے، بیٹھنا بھی مشکل ہو رہا تھا تو خدام نے آپ کو لٹا دیا یہ پوری رات حضرت کی بڑی کلفت اور درد و کرب کے ساتھ گزری، اور فجر سے پہلے آپ پر ایسی غنودگی طاری ہوگئی کہ آپ کو نماز کا بھی ہوش نہ رہا، اور آپ اس حال میں نہ تھے کہ آپ کو ہوش میں لاکر نمازِ فجر ادا کرائی جاتی، اس وقت آپ کی بے چینی کی کیفیت یہ تھی کہ آپ اپنے سینہ اور پیٹ کو زمین سے لگائے اور پیروں کو ٹیڑھا کئے ہوئے لیٹے تھے، اس بیہوشی کے عالم میں زبان مبارک سے صرف اللہ اللہ کی آواز آجاتی تھی، اور بس! خدام نے حضرت کی یہ کیفیت دیکھ کر بڑی احتیاط سے آپ کو چت لٹا دیا، اسی حال میں غنودگی میں اور اضافہ ہوا اور آپ خراٹے کے ساتھ سو بھی گئے، فجر کی نماز ختم ہو چکی تھی لیکن بیہوشی کی وجہ سے آپ فجر کی نماز ادا نہ کر سکتے تھے، معمول کے مطابق ذاکرین کی ایک تعداد مسجد سے نماز ادا کر کے حضرت کے حجرہ میں داخل ہوئی اور ذکر جہری کی مجلس معمول کے مطابق قائم ہوگئی، اشراق کے وقت تک ذکر میں اللہ اللہ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں اور آپ قریب ہی بستر میں غنودگی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے، اسی حال میں ڈاکٹروں کو بلایا گیا، ڈاکٹروں نے نبض وغیرہ کو دیکھ کر ابھی اطمینان کا اظہار کیا اور مشورہ دیا کہ بلا تاخیر فوراً آپ کو I.C.U میں داخل کیا جائے، چنانچہ جلد ہی حضرت کو گاڑی میں سوار کر کے اسپتال لے جایا گیا وہاں کے ماہر ڈاکٹروں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اپنی فنی مہارت کے سارے کرتب کر ڈالے بہتر سے بہتر آلات اور مشینوں کے ذریعہ راحت رسانی میں کسر نہ اٹھا رکھی، لیکن رنج وغم کے ساتھ ڈاکٹر صاحبان نے یہ اطلاع دی کہ حضرت تو ہم سے جدا ہوگئے، آپ تو اپنے رب کریم اور مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ حادثہ ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل صبح تقریباً ساڑھے نو بجے پیش آیا۔ اس وقت حضرت کی عمر تراسی سال کی ہو چکی تھی۔

انتقال کی خبر بجلی اور ہوا کی طرح سارے عالم میں پھیل گئی، ہزاروں لاکھوں کی تعداد

18

میں ملک و بیرون ملک آپ کے تلامذہ، مریدین ومستفیدین اور بہت سے اہل مدارس سکتہ میں آکر رنج وغم میں ڈوب گئے آنکھوں سے آنسو جاری گویا پیروں تلے زمین نکل گئی، سب کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم کسی بڑی نعمت اور بڑے سایہ سے محروم کر دیے گئے۔

افسوس صد افسوس کہ علم وتحقیق کا وہ پہاڑ اور فن حدیث کا وہ بلند روشن منارہ اور علم ومعرفت کا وہ خزینہ اور سیلِ رواں، موجیں مارتا ہوا دریا جس سے لوگ فیضیاب وسیراب ہوتے تھے، اور جس روشن منارہ سے لوگ اپنے چراغ روشن کرتے تھے، افسوس کہ علم ومعرفت کی وہ شمع آج بجھ گئی، اور حجرہ مبارکہ کے وہ در ودیوار جو کل تک اللہ اللہ کی صداؤں سے گونجتے تھے، آج وہ اپنے کو محروم القسمۃ سمجھ رہے ہیں، مظاہر علوم سہارنپور کا وہ ممتاز وعالیشان دارالحدیث جو برسہا برس سے ایک جلیل القدر شیخ الحدیث کی **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کی صداؤں سے گونجا کرتا تھا افسوس آج وہ بھی اپنے کو اس نعمت سے محروم سمجھ رہا ہے۔

نماز جنازہ اور تکفین وتدفین:

وفات کے بعد حضرت کے جسدِ مبارک کو اسپتال سے مدرسہ کے احاطہ میں لایا گیا، غسل کی تیاری ہوئی اہل علم وارباب افتاء کی ایک جماعت نے سنت کے مطابق آپ کو غسل دیا۔

حضرت کی خواہش اور وصیت ایک یہ بھی تھی کہ خانۂ کعبہ کے غلاف کا وہ ٹکڑا جس پر حق تعالیٰ شانہ کی ہزاروں مرتبہ خاص تجلی اور نظر رحمت پڑی ہوگی، جس کو حضرت برسہا برس سے حفاظت سے رکھے ہوئے تھے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی خاک مبارک جو سراپا برکت ہی برکت تھی اس کو بھی آپ بڑی حفاظت سے رکھے ہوئے تھے اور آپ نے وصیت اور ہدایت فرمائی ہوئی تھی کہ میرے کفن میں اس کو بھی رکھ دیا جائے، چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت ووصیت کے مطابق ان کے متوسلین ومریدین نے یہ کام بھی کیا، اور خانۂ کعبہ کے غلاف کا وہ ٹکڑا اور روضۂ اقدس کی وہ خاکِ مبارک کفن کے اندر آپ

کے سینۂ مبارک پر رکھ دی گئی، حضرت کی یہ وصیت آپ کے غایت درجہ عشقِ الٰہی اور حُبّ نبوی کی علامت تھی جو محض آپ کے ذوق پر مبنی تھی، ورنہ یہ کوئی مسنون عمل نہیں ہے۔

غسل سے فراغت اور تکفین کے بعد جنازہ اسی دارالحدیث کے سامنے رکھا گیا جس دارالحدیث میں کل تک آپ بخاری شریف کا درس دیتے تھے اور قال الرسول کی صداؤں سے اس کی فضا گونجا کرتی تھی آج وہی شیخ الحدیث اپنے دارالحدیث کے سامنے مردہ جسم کی شکل میں خاموش لیٹا ہوا ہے، لیکن ایسا کہ اس کا چہرہ نہایت روشن، منور، چمکدار، حدیث پاک کے انوار صاف نظر آرہے تھے، اہل مدارس کے علاوہ خواص وعوام کا ایسا لامتناہی سلسلہ تھا جو حضرت کے چہرۂ انور کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بیقرار و بے چین تھا، دیکھتے دیکھتے ایسا جمِّ غفیر اور ایسا مجمعِ عظیم کہ سہارنپور کی تاریخ میں کسی کے جنازہ میں اتنا مجمع لوگوں نے نہ دیکھا تھا، ہر طرف تاحد نظر آدمیوں کا امنڈتا ہوا ایک سیلاب تھا جن میں بڑی تعداد اہل مدارس علماء وفضلاء اور اساتذۂ حدیث کی تھی، مجمع کو دیکھتے ہوئے نماز جنازہ کے لئے جو جگہ تجویز کی گئی تھی وہ بھی ناکافی سمجھی گئی، مشورہ کے مطابق قبرستان کے میدان میں نماز جنازہ کا اعلان کیا گیا، جنازہ اٹھا کر مدرسہ سے قبرستان لے جایا جا رہا تھا، جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہو چکی تھی، بعض لوگوں کے اندازے کے مطابق تین لاکھ سے زائد کا مجمع تھا، سارے راستے روڈ اور سڑکیں سب جام تھیں، اس موقع پر بہت سے غیر مسلموں نے بھی عقیدت ومحبت اور ہمدردی وخیر خواہی کا مظاہرہ کیا، مدرسہ سے قبرستان تک کا راستہ تقریباً دس منٹ کا ہوگا لیکن اس جم غفیر اور مجمع کثیر کی وجہ سے یہ مختصر راستہ تقریباً ایک گھنٹہ میں طے کیا جاسکا، ہر چہار طرف تاحد نظر سفید پوشاک میں ٹوپی پہنے انسان ہی انسان نظر آرہے تھے، ہر شخص جنازہ کو کندھا دینے بلکہ دور سے چھو لینے ہی کو سعادت سمجھ کر ٹوٹا پڑ رہا تھا، ہر طرف رنج وغم کا ماحول اور لاالہ الا اللہ کی صدائیں تھیں، بمشکل تمام جنازہ قبرستان پہنچا مشورہ کے مطابق حضرت کے پیر ومرشد شیخ الحدیث حضرت

مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے فرزند وجانشین حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم جن سے حضرت ختم بخاری شریف کے موقع پر بھی دعا کراتے تھے انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور حضرت کی خواہش وہدایت کے مطابق اپنے مشفق استاذ وشیخ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے قریب سنت کے مطابق تدفین عمل میں آئی، اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی قبرِ مبارک کو نور سے بھر دے اور جنت میں آپ کو درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے۔

چند خصوصی اوصاف:

حضرت کے علمی وعملی کمالات اور خصوصی اوصاف انشاء اللہ آئندہ مستقل رسالے میں تفصیل سے عرض کئے جائیں گے اس وقت حضرت کے صرف چند خصوصی اوصاف وکمالات کو واقعات کی روشنی میں ذکر کیا جاتا ہے، شاید کسی بندۂ خدا کو یا حضرت کے تلامذہ اور متوسلین و مریدین میں سے کسی کو عبرت ونصیحت حاصل ہو، اور عمل کی توفیق ہوجائے تو بندۂ ناچیز کو بھی اس کا ثواب مل جائے گا، اور شاید اس حقیر کو بھی اس کی برکت سے عمل کی توفیق ہوجائے۔

(۱) تقویٰ وتدیّن:

تقویٰ وتدیّن کا مطلب عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ذکر وعبادت، تلاوت اور نوافل کی خوب کثرت ہو، جو اس کا جتنا زیادہ اہتمام کرلے وہی اتنا بڑا متقی اور بزرگ ہے جب کہ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تقویٰ تو تمام قسم کے منکرات و محرّمات اور مکروہات سے بچنے کا نام ہے، فحش باتوں اور حرام کاموں سے بچے بغیر آدمی متقی بن ہی نہیں سکتا۔

ہمارے حضرت شیخؒ کو منکرات ومحرمات بلکہ مکروہات ومشتبہات سے بھی بچنے کا بہت اہتمام تھا، اور اس کا دائرہ صرف عبادات تک محدود نہ تھا بلکہ معاملات اور دوسروں کے ساتھ برتاؤ میں بھی اس کا لحاظ رہتا تھا کہ کسی قسم کے منکر اور شرعی مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے

اور ہماری ذات سے کسی کو ادنیٰ تکلیف بھی نہ پہنچ جائے، اگر نادانستہ طور پر کوئی غلطی بھی ہوگئی تو آپ نے اس کی تلافی اور تدارک کی ہر ممکن کوشش فرمائی، اس سلسلے کے چند واقعات و حالات جو احقر کے مشاہدے میں آئے تھے یا حضرت سے خود سنے تھے پیشِ خدمت ہیں۔

نگاہوں کی حفاظت:

حضرت والا کو اس کا بہت ہی اہتمام تھا کہ نامحرم عورتوں پر آپ کی نظر نہ پڑ جائے، سفر میں کثرت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں کہ بے پردہ نامحرم عورتوں کا آمنا سامنا ہوتا ہے، کئی مرتبہ حضرت کے ساتھ ٹرین میں سفر کا اتفاق ہوا حضرت کو برابر دیکھا کہ ایک نظر بھی عورتوں کی طرف اٹھا کر نہیں دیکھا، حضرت کے ایک شاگرد اپنے گھر کی مستورات کو بیعت کے لیے حاضر ہوئے تھے، ان کی بیٹی جو تقریباً نو دس برس کی ہوگی اس کی طرف بھی حضرت نے نظر نہیں فرمائی، وہ بے پردہ تھی حکم دیا کہ اس کو بھی پردہ کراؤ، نقاب پہناؤ، حضرت کے معتقدین و مریدین اور تلامذہ میں بڑی تعداد نے اپنے گھر کی عورتوں کو حضرت سے بیعت کرایا لیکن آپ نے کبھی کسی عورت کی طرف نظر نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی کو سامنے آنے دیا، بلکہ پردے کے ساتھ بیعت فرمایا اور توبہ کرائی، اور پردہ ہی میں نصیحتیں وہدایتیں فرمائیں۔

نابالغوں اور امردوں سے خدمت لینے میں احتیاط:

زمانۂ طالب علمی میں احقر نے حضرت کو دیکھا کہ آپ نابالغوں اور امردوں سے یعنی بے ریش خوبصورت لڑکوں سے بھی خدمت لینے سے احتیاط فرماتے تھے، بلکہ امردوں کو کمرہ میں تنہائی میں رہنے بھی نہ دیتے تھے فوراً واپس فرمادیتے تھے، درد وغیرہ تکلیف کے وقت اگر آپ اپنے تلامذہ سے پیر دبواتے تو ہمیشہ دیکھا کہ آپ صرف گھٹنے سے نیچے پنڈلیاں دبواتے، گھٹنے سے اوپر ران نہ دبواتے تھے۔

بچپن کا ایک واقعہ:

حضرت نے بیان فرمایا کہ اپنے بچپن یعنی نابالغی کے زمانہ میں اپنے گاؤں میں کسی کے کھیت سے ہرے چنے (اولے) یا گنا وغیرہ توڑ کر کھالیا تھا، برسہا برس گذرنے کے بعد جب حضرت اپنے گاؤں تشریف لے گئے تو اس کھیت کے مالک کو تلاش کیا وہ بوڑھے ہو چکے تھے ان سے جا کر بچپن میں کی ہوئی اپنی اس حرکت کا تذکرہ کر کے ان سے معافی مانگی اور اس کا عوض دینا چاہا، کھیت کے مالک نے دیہاتی زبان میں بے تکلفی میں کہا ارے بچے تو ایسی حرکتیں کرت ہی ہیں اور عوض لینے سے انکار کیا۔

تواضع وعبدیت:

احقر کی زمانۂ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ مسجد کلثومیہ میں حضرت ظہر کی نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لائے، نیت باندھ کر کھڑے ہوگئے کہ اتنے میں ایک دیہاتی نوجوان کالا کلوٹا بدصورت گندے کپڑے پہنے ہوئے، جسم سے بھی بدبو آرہی تھی اور چہرہ بھی عجیب سے بنا رکھا تھا وہ حضرت کے بغل میں آکر کھڑا ہوگیا، حضرت تو انتہائی لطیف المزاج تھے اور اس وقت شیخ الحدیث بھی تھے، اس کے قریب آکر کھڑے ہوجانے سے حضرت کو بڑا تکدّر وانقباض ہوا اور طبعی طور پر آپ کو تکلیف بھی پہنچی، سلام پھیر کر فوراً حضرت ناگواری کے ساتھ اس جگہ سے ہٹ کر صف میں دوسری جگہ کھڑے ہوگئے، جماعت کھڑی ہوئی نماز پوری ہوئی، وہ نوجوان دیہاتی ابھی نماز پڑھ رہا تھا، حضرت نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کے انتظار میں ٹھہرے رہے، جب وہ نوجوان نماز سے فارغ ہوا جس کے پاس سے آپ علیحدہ ہوگئے تھے، قریب جا کر آپ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اور سلام ومصافحہ کیا، یہ محض اس وجہ سے تھا کہ اس کی ادنیٰ حقارت دل میں نہ آگئی ہو اور میرے اس طرز عمل سے اس کو تکلیف نہ ہوگئی ہو اس لئے تلافی وتدارک کے طور پر نیز اپنے نفس کے علاج کے لیے آپ نے اس نوجوان سے ملاقات کی اور سلام ومصافحہ کیا، اس کے بعد حجرہ واپس تشریف لے آئے، یہ واقعہ احقر کی نگاہوں کے سامنے کا ہے۔

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے

علمی واصلاحی ارشادات

مرتب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد و علیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الراحمین.

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی واصلاحی ارشادات

باپ ایسی بڑی نعمت ہے جس کا کوئی بدل نہیں

فرمایا: باپ بہت بڑی نعمت ہے، ایسی نعمت کہ اس کا کوئی بدل نہیں، ہزار احسان کرے گا، کھلائے گا، پلائے گا، پیسے خرچ کرے گا، علاج کرائے گا، لیکن بھول جائے گا۔

مجلس میں بیٹھے ایک صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا اگر میں تم پر احسان کروں تو یاد رکھوں گا، لیکن باپ اپنے بیٹے پر احسان کرکے بالکل بھول جاتا ہے، اور کچھ نہیں چاہتا، البتہ اطاعت وفرمانبرداری کی توقع رکھتا ہے، انہی صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا جو کافی عمر دراز تھے، اگر تم اپنے باپ کے جوتے سیدھے کرو، تو دیکھو تمہارے باپ تم سے کتنا خوش ہوتے ہیں، اور باپ کے جوتے سیدھے کرنا بھی چاہئے۔

نیک اولاد کی قدر کرنا چاہئے اور اللہ کا شکر کرنا چاہئے

حضرت والا کمرہ میں تشریف فرما تھے، دومہمان تشریف لائے، ان کے لڑکے حضرت کے شاگرد تھے اور جماعت میں گئے ہوئے تھے، حضرت شیخ نے ان سے فرمایا کہ آپ کا لڑکا پکّا تبلیغی ہے، ماشاء اللہ اس کی طبیعت میں نیکی ہے، لڑکا اگر نیک ہو تو یہ والدین کے لئے بڑی سعادت کی بات ہے، اس نعمت کا لوگوں کو احساس نہیں ہوتا، لڑکا اگر برباد غنڈہ گردی اور آوارہ گردی کرتا ہو تب اس نعمت کا اندازہ ہوتا ہے، اس لئے آپ کو بہت شکر

کرنا چاہئے اوراس کی قدر کرنا چاہئے ، اتنے میں دوسرے صاحب رونے لگے اوران کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوگئے اورحضرت سے عرض کرنے لگے کہ حضرت! بالکل صحیح بات ہے، آپ نے بالکل صحیح فرمایا میں اپنے بیٹے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، اس نے مجھے بہت تنگ کررکھا ہے، یہ کہہ کررونے لگے۔

تبلیغی جماعت کے برکات

فرمایا: گجرات میں علم پہنچ رہاہےاورتبلیغ کی برکت سے ماشاءاللہ وہاں بہت کام ہوا، یہ سب تبلیغ ہی کی برکت ہے کہ جگہ جگہ مکاتب اور مدارس قائم ہورہے ہیں، ایک صاحب نے مجھ سے خوداپناواقعہ بیان کیا کہ ان کے والدصاحب ان سے کہا کرتے تھے کہ تمہاری قبر میں آگ لگے گی وہ ملحد قسم کے تھےاورتبلیغی جماعت کےسخت مخالف تھے، ان کے والدان کو بہت مارتے کوٹتے اوران کونکالتے لیکن ان کی اصلاح نہ ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک تبلیغی جماعت ان کے گھر پہنچ گئی اوردستک دے کران کو بلایا، انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ہمارے گھر ہی آگئے، پوچھا کیسے آئے؟ انہوں نے کہا آپ سے ملنے آئے ہیں، اتنا کہنا تھا، شریف گھرانے کے تھے، اس لئے فوراً نرم پڑگئے اور گھر کے اندرسب کو لے گئے سب لوگ توتسبیح پڑھنے میں مشغول ہوگئے، ایک صاحب ان سے گفتگو کرتے رہے، وہ سوچنے لگے کہ یہ عجیب لوگ ہیں بہرحال انہوں نے چائے کے لئے کہا کیونکہ انہوں نے اب ان کواپنا مہمان سمجھ لیا تھا، جماعت والوں نے چائے پینے سے انکارکیا، ان کو برامعلوم ہوا اور یہ کہا کہ آپ تو ہمارے مہمان ہیں، چائے بھی نہیں پیئیں گے؟ جماعت والوں نے کہاایک شرط کے ساتھ پیئیں گے، انہوں نے کہا کیا شرط ہے؟ جماعت والوں نے کہاتھوڑی دیرکے لئے ہمارے ساتھ مسجد بھی چلئے گا، انہوں نے منظورکرلیا کیونکہ بغیر چائے پیئے ان کے مہمان چلے جائیں، انہوں نے اس میں اپنی بےعزتی سمجھی، بہرحال پھر وہ مسجد تشریف لے گئے، اور رات بھی وہیں گزاری اور پھر تین دن اور ہفتہ اور چلہ بھی انہوں نے لگایا، اس طرح تبلیغ کی

برکت سے ماشاءاللہ وہ بڑے دیندار بن گئے، کہاں پہلے جماعت والوں کونکالتے تھےاوراب خود جماعت کے کام میں لگے ہوئے ہیں، فرماتے تھے کہ اگر اس پہلی حالت میں ہماراانتقال ہوجاتا تو واقعی ہم دوزخ میں جاتے اورہماری قبرمیں آگ جلتی۔

صحیح علم کے بغیر تبلیغ کا کوئی اعتبار نہیں

فرمایا: حدیث میں ہے، حضورﷺ نے ارشادفرمایا: **إنما بعثت معلّماً**، میں معلّم بنا کربھیجا گیا ہوں، اورایک روایت میں ہے: **إنما بعثت مبلّغاً**، مجھ کو تبلیغ کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے، تبلیغ اٹکل پچّو سے نہیں ہوتی کہ جومنہ میں آیا کہہ دیا، نہیں، تبلیغ علم کی بنیاد پرہوتی ہے، اسی لئے فرمایا **إنما بعثت معلّماً**، میں معلم بنا کربھیجا گیا ہوں، میں مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہوں، آپ اللہ کے رسولﷺ کی اتباع کے میدان میں اُسی وقت داخل ہوں گے جب آپ کے پاس علم ہوگا، اُس کے بعد ہی آپ اس کے مطابق لوگوں کوراستہ دکھلائیں گے، یہیں سے معلوم ہوا کہ علم کا درجہ اول ہے، تبلیغ کا درجہ ثانی ہے (یعنی تبلیغ سے پہلے علم ضروری ہے) اورتبلیغ وہی معتبر ہے جوعلم کے مطابق ہو، اوراگرعلم کے مطابق نہیں توتبلیغ کا کوئی اعتبار نہیں۔

ایک طالب علم کوشرعی ڈاڑھی نہ رکھنے پرتنبیہ

ڈاڑھی کی تین قسمیں

ایک مولوی صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کیا کہ احقر آپ کا شاگرد ہے، ابوداوٗد شریف میں نے آپ سے پڑھی ہے، اس وقت نیپال میں مدرسہ چلارہا ہوں، چندہ کی غرض سے یہاں آنا ہوا ہے، حضرت مدرسہ کے لئے دعا فرمادیجئے، اس کے بعدشاگردصاحب نے رسیدنکال کرحضرت کے سامنے پیش کردی، اورعرض کیا کہ حضرت کچھ

عنایت فرما دیجئے، حضرت نے انکار فرمایا اور فرمایا کہ دعا کروں گا، انہوں نے اصرار کیا اور کہنے لگے کہ بزرگوں کے برکتی مال سے تو مدرسہ چلتا ہے، حضرت نے فرمایا ارے مدرسہ تو بس اللہ تعالیٰ ہی چلاتے ہیں، میں دعا کروں گا، اس کے بعد حضرت نے پوچھا مدرسہ میں کیا تعلیم اور کہاں تک کی تعلیم ہوتی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ ندوہ کے نصاب کے مطابق چہارم تک کی تعلیم ہوتی ہے۔

حضرت نے فرمایا چونکہ تم نے اپنی شاگردی کا اقرار کیا ہے اس لئے تم سے کہتا ہوں کہ تمہاری یہ ڈاڑھی کیوں کٹی ہوئی ہے، تمہارا سادہ لباس دیکھ کر تو طبیعت بہت خوش ہوئی لیکن تمہاری ڈاڑھی دیکھ کر افسوس ہوا، اپنی ڈاڑھی بھی تو صحیح کرلو، یا تمہارے اندر بھی ان روشن خیالوں کا اثر آگیا جن لوگوں نے ڈاڑھی کی تین قسمیں کر رکھی ہیں، ایک تو خوب بڑی لمبی ڈاڑھی، جیسے بعض سلفی رکھتے ہیں، اور ایک خسخسی داڑھی، اور ایک منڈی ہوئی، اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ بس تیسری تو ناجائز ہے اور پہلی ان کی شان کے خلاف ہے، اور دوسری خسخسی ڈاڑھی یہ ٹھیک ہے، یہ ان لوگوں کا خیال ہے، کہیں ان کا اثر تو تمہارے اندر نہیں آگیا؟ ان مولوی صاحب نے کہا نہیں حضرت، جہاں تعلیم حاصل کی جاتی ہے اس کی نسبت تو پھر بھی باقی رہتی ہے، حضرت نے فرمایا تم نے ندوہ میں تعلیم حاصل کی ہے، ندوہ کے تو اساتذہ شرعی ڈاڑھی رکھاتے ہیں، ڈاڑھی کو بڑھاؤ، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اعفوا اللحیٰ، یعنی ڈاڑھی بڑھاؤ، اور ایک مشت سے زائد جو میں کاٹتا ہوں اس کی اجازت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے اثر سے ثابت ہے، اور ایک قُبضہ (یعنی ایک مٹھی) سے کم ہونے کی صورت میں تسویہ یعنی برابر کرنا جائز نہیں۔

اہل مدارس اور تمام دینی کام کرنے والوں کو اہم نصیحت

حضرت نے فرمایا تمہارا سادہ لباس دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی، لباس میں تصنع وتکلف نہیں ہونا چاہئے، اور نہ ہی زیادہ زیب وزینت کا اہتمام کرنا چاہئے محض ظاہری لباس سے

کیا ہوتا ہے، آسام کے ایک طالبعلم تھے ان کا کرتہ اور لنگی کل چھ روپے کی قیمت کا ہوتا تھا، لوگ ان کو معمولی سمجھتے تھے، لیکن ان کے اندر کیا چیز تھی لوگ اس کو جانتے بھی نہیں تھے۔

آسام کے فساد میں اس نے خفیہ طور پر بہت کام کیا، بہت اچھا رول ادا کیا، ایک پوری اسکیم چلائی اور بالکل ظاہر نہیں ہونے دیا، اس کے اندر جوش بہت تھا، ہم نے اس سے یہی کہا کہ ہوش سے کام کرو، زیادہ جوش مت دکھاؤ، شہرت سے اور زیادہ جوش دکھانے سے کامیابی نہیں ہوتی، رکاوٹیں پیش آنے لگتی ہیں۔

ایک مدرسہ میں ایک لاکھ روپے کی کہیں سے امداد آئی تھی ان مدرسہ والوں نے اس کی خوب تشہیر کردی بس حکومت نے پابندی لگادی، کچھ بھی نہ ہوسکا، سب مدرسہ والے پریشان ہوئے، مہتمم صاحب بھاگ گئے، اس لئے کام ہمیشہ ہوشمندی سے اور مخفی (خاموشی) طور سے کرنا چاہئے، نہ تو نام ونمود اور شہرت ہو، اور نہ ہی جوش دکھلانا چاہئے۔

اپنے بڑوں کے سامنے چھوٹا بن کر رہنا چاہئے

اُن مولوی صاحب نے حضرت سے فرمایا میں آپ کا شاگرد ہوں حضرت نے فرمایا تمہارے اس کہنے سے بڑی خوشی ہوئی، اپنے آپ کو شاگرد کہنے اور بڑوں کے سامنے چھوٹا بن جانے سے انسان کی عزت کم تھوڑی ہوجاتی ہے بلکہ اور چار چاند لگ جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحب) سفر کررہے تھے، راستہ میں دو طالبعلم ملے ایک تو پورے سفر میں شاگردی ظاہر کرتا رہا اور اپنے آپ کو چھوٹا اور خادم بن کر پیش کرتا رہا، پورے سفر اُس نے خدمت کی، اور دوسرے صاحب یونہی مہمان بنے بیٹھے رہے، اس پہلے طالبعلم سے حضرت ناظم صاحب بھی استادی دکھاتے رہے اور اس سے خدمت لیتے رہے، محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتے رہے، اور دوسرے طالبعلم کے ساتھ مساوات کا معاملہ کرتے رہے، لیکن بھائی اس پہلے طالبعلم کی عزت میں کیا کوئی فرق آگیا، ہرگز نہیں، بلکہ اس کو ترقی ہوئی۔

بزرگوں کی ایک عادت

فرمایا: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی عادت تھی جوان سے قریب ہوتا تھا تو حضرت بھی اس سے بہت قریب ہوتے تھے، اس کو بالکل اپنا سمجھتے تھے اور اپنوں جیسا معاملہ فرماتے تھے، لیکن پھر اگر وہ شخص بے وفائی کرتا تو حضرت والا کو اس سے بہت رنج ہوتا تھا، پھر حضرت والا بھی اس سے کٹ جاتے تھے۔

اتحادنسبت اور انتقالِ نسبت کا مطلب

مولانا کفایت اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے فلاں صاحب کے بارے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اتحادنسبت کا خواب دیکھا ہے (یعنی یہ کہ پورے طور پر حضرت والا کی نسبت ان کے اندر منتقل ہوگئی)

حضرت شیخ نے فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ پورے طور سے اتحادنسبت ہوگیا، بلکہ نسبت کے بھی الوان ہوتے ہیں، کوئی خاص لون مراد ہوگا، اتحادنسبت کے لئے تو بہت سے شرائط ہیں، مثلاً یہ کہ پورے طور سے کامل مناسبت ہو، مزاجی مناسبت بھی ہو، تحمل بھی ہو، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر تحمل وتدبر بہت تھا اور انفعال کا بھی اثر تھا، یعنی کسی بات کا اثر حضرت کی طبیعت پر بہت ہوتا تھا، لیکن اس کا اظہار حضرت والا بہت کم فرماتے تھے، تدریجی طور سے اس کو ظاہر فرماتے تھے، اگر وہ شخص بھی قطع تعلق ہوجاتا تو بھی آپ اک دم سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے بلکہ انتظار کرتے اور پھر رفتہ رفتہ آپ قطع تعلق فرمالیتے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے بعض کمالات

فرمایا: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ میں اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب کمالات رکھے تھے، قدرتی طور پر ان میں بہت سی خوبیاں پیدا کردی تھیں، حضرت والا

پان نہیں کھایا کرتے تھے، اسی طرح اخیر عمر میں حضرت والا نے لال مرچ بھی کھانا چھوڑ دی تھی، رسول اللہ ﷺ نے بھی کبھی لال مرچ نہیں کھائی، نہ پان کھایا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج کے اندر اعتدال بہت تھا، طبیعت میں میانہ روی اعلیٰ درجہ کی تھی، اطباء اور ڈاکٹر کہتے تھے کہ ایسا شخص تو ہم نے دیکھا ہی نہیں، حضرت والا صرف ایک ہی وقت کھانا کھاتے تھے، یہی سب وجوہات تھیں کہ حضرت والا بہت کم بیمار ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ پشت پر ریڑھ کی ہڈی میں پھوڑا نکل آیا ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق اس کا آپریشن ضروری تھا، لیکن حضرتؒ نے انجکشن یا سوئی کے ذریعہ اس کو دبا کر مادہ خارج کردیا گیا، وہ بالکل صحیح ہوگیا، حضرت کو آنکھوں میں چشمے کی ضرورت پیش آئی تھی، لیکن کچھ ہی دن چشمہ لگایا، پھر خود بخود ہی ضرورت ختم ہوگئی، حضرت والا صفائی ستھرائی کا بہت لحاظ رکھتے تھے، ان کا بدن بھی بہت چکنا تھا، میل تو کبھی نکلتا ہی نہ تھا، اور ان کے پسینے میں بدبو نہیں تھی بلکہ خوشبو جیسی آتی تھی، یہ سب حدیث پاک کے انوار وبرکات تھے۔

اللہ تعالیٰ غریبوں کی مدد کرتا ہے

فرمایا: ایک اور صاحب بالکل غریب ہیں اسی طرح کا پھوڑا ریڑھ کی ہڈی میں ان کو بھی نکل آیا، جس کا آپریشن ضروری ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کہ معمولی سا مرہم لگانے سے ان کا زخم بالکل صحیح ہوگیا، وہ بیچارے بہت غریب ہیں، نیکوں اور غریب لوگوں کی اللہ تعالیٰ اسی طرح مدد فرماتا ہے، ورنہ وہ بیچارے کہاں پریشان ہوتے۔

عقل وفہم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، عقل وفہم کیسے حاصل ہو؟

فرمایا: عقل وفہم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، حدیث شریف میں ہے: قد أفلح من حذق اللُّبّ، الاصابۃ میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

کسی غلطی پر احقر خادم کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا عقلاء اور بڑوں کو دیکھ کر کام کرنا چاہئے، وہ

کیسے کام کرتے ہیں، کس موقع پر انہوں نے کون سا طریقہ اختیار کیا۔

پھر فرمایا عقل دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو کسبی اور ایک وہبی، کسبی کی بھی یہی صورت ہے کہ اہل عقل کو دیکھو، اچھے لوگوں کی صحبت میں رہو، ان کے پاس رہ کر تم بھی عقل مند ہو جاؤ گے، اور وہبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے کسی کو عقل سلیم عطا فرمادے اور ہر کام وہ عقل کے مطابق ہی کرتا ہو، یہ ان کا فضل ہے جس کو چاہیں دے دیں، **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء.**

ذکر اور دعا کی برکت

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر کے یہاں دکھلانے کے لئے جانا تھا، چنانچہ احقر خادم اور حضرت والا اور مولانا کفایت اللہ صاحب پالنپوریؒ ایک رکشہ پر سوار ہوئے، جس ڈاکٹر کو دکھلانا تھا وہ اپنے اصول کا بہت پابند تھا، اس نے حضرت کو جس وقت بلایا تھا اس سے دو روز قبل ہی ہم لوگ پہنچ گئے اس لئے اس نے کہا کہ وقت سے پہلے کیوں آگئے، مریضوں کا ہجوم تھا، بھیڑ بہت تھی، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کفایت اللہ صاحب بھی باہر بیٹھ گئے، حضرت والا تو ذکر خفی میں مشغول ہو گئے اور مولانا کفایت اللہ صاحب دعا میں لگ گئے، تھوڑی دیر میں فوراً از خود ڈاکٹر نے اندر بلایا، اور بہت اچھی طرح پیش آیا، غور سے دیکھا، فیس بھی نہیں لی، مولانا کفایت اللہ صاحب نے اصرار کے ساتھ اس ڈاکٹر کی دلجوئی کے لئے بطور ہدیہ کے دس روپے عطا فرمائے، اس ڈاکٹر نے بطور تبرک کے رکھ لئے، واپسی پر مولانا نے فرمایا کہ ہم نے اس کو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا ہے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ ارے یہ تو غیر مسلم ہندو ہے اس کو ایصالِ ثواب کہاں جائز ہے، مولانا نے فرمایا مجھے معلوم نہیں تھا، میں تو اس کو مسلمان سمجھ رہا تھا، پھر مولانا نے حضرت شیخ سے دریافت فرمایا کہ اب کیا ہونا چاہئے، حضرت نے فرمایا چونکہ لاعلمی میں کیا ہے اس لئے کوئی مضائقہ نہیں ورنہ باعث گناہ ہوتا، اس کے لئے تو ہدایت کی دعا کرنا چاہئے۔

اللہ والوں کی طبیعت میں نرمی اور ان کی تذکیر ونصیحت کا انداز

رمضان شریف ہی میں دوسرے موقع پر ڈاکٹر کے یہاں دکھلانے کے لئے حضرت کے ساتھ رکشہ پر جانا ہوا، اس وقت صرف احقر اور حضرت شیخ تھے۔

ڈاکٹر کے یہاں جانے کے دو راستے تھے، ایک راستہ آسان تھا، لیکن اس کو چھوڑ کر رکشہ والا دوسرے راستہ سے لے جا رہا تھا، حضرت نے فرمایا کہ ادھر سے چلو بھائی، ادھر زیادہ بھیڑ بھی نہیں ہوگی، اس نے کہا اس راستے پر چڑھائی زیادہ ہے، اور میں روزہ سے ہوں اس پر حضرت والا بہت متأثر ہوئے اور فرمایا جدھر سے تم کو آسانی ہو ادھر سے ہی چلو۔

واپسی پر پھر رکشہ میں سوار ہوئے، رکشہ چلانے والے سے حضرت نے نام پوچھا، اس نے اپنا نام "اسلام" بتایا، حضرت شیخ نے فرمایا کہ بھائی تمہارا نام تو بہت اچھا ہے، بہت طبیعت خوش ہوئی، روزہ بھی رکھتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا چند روزے رکھے ہیں، حضرت والا نے اس کو روزہ رکھنے کی ترغیب دی، اور بہت اچھے انداز میں نرمی سے اس کو نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ دیکھو بھائی روزہ رکھا کرو اور صرف صبح وشام ٹھنڈے ٹھنڈے رکشہ چلایا کرو، زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں، جتنا مقدر میں ہوگا اتنا مل جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت نصیب فرمائے گا۔

نظر لگنا حق ہے، نظر نہ لگنے کی ایک اہم دعا

فرمایا: نظر لگنا حدیث سے ثابت ہے، حدیث میں ہے: **العین حقٌّ**، واقعی نظر عجیب چیز ہوتی ہے، ایک صاحب نے ہماری گھڑی دیکھ لی، ان کو بہت پسند آئی اور ان کی نظر لگ گئی، اُسی دن وہ گھڑی خراب ہوگئی، اگر فوراً **مَاشَاءَ اللّٰهُ لاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ**، پڑھ لیا جائے تو نظر نہیں لگتی، جب بھی کوئی اچھی چیز دیکھے اور پسند آجائے تو فوراً یہ پڑھ لینا چاہئے، میرے والد صاحب نے بچپن ہی میں مجھے اس کی عادت ڈلوادی تھی، فرماتے تھے کہ جب بھی کسی کی

کوئی چیز دیکھواور وہ اچھی لگےتو فوراًپڑھ لو مَاشَاءَ اللّٰہُ لاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ،لیکن اب کون سمجھائے لوگوں کو،آخر اتنا پڑھ لینے میں کیا حرج ہے۔

نظر لگ جانے کے چند واقعات

فرمایا: مجھ پرایک صاحب نے بچپن میں نظر لگادی تھی،جس کی وجہ سے مجھے کھانا نہیں ہضم ہوتا تھا،اوراس کا اثر بہت عرصہ تک رہا،جن صاحب نے مجھے نظر لگائی تھی،ان کے لڑکے کا نام الیاس تھا،کسی وجہ سے اُن صاحب نے اپنے لڑکے کو گھر سے نکال دیا،لڑکے نے الگ جھونپڑی بنالی،جس میں ایک معمولی سی دیوار تھی،لیکن دیکھنے میں بہت خوشنما اور عمدہ معلوم ہوتی تھی،ابا جان صاحب تشریف لے گئے اور فرمانے لگے"ارے الیاس!" توری دوریا بڑی خب صورت ہے" اتنا کہنا تھا کہ اُسی دن وہ دیوار گرگئی۔

اوران ہی صاحب کا واقعہ ہے کہ ایک بہت بہترین گھوڑی تھی،آپ صاحب تشریف لے گئے اور فرمایا یہ گھوڑی بڑی اچھی ہے،وہ اُسی وقت بیمار ہوگئی،اور بعد میں مرگئی،ان ہی صاحب نے مجھے بھی نظر لگائی تھی،قصہ یہ ہوا تھا کہ جاڑوں کے زمانہ میں لوگ آگ کے اردگرد تاپ رہے تھے ان ہی میں وہ صاحب بھی تشریف فرما تھے اور میں بھی بیٹھا چاول کھا رہا تھا،اُس وقت بچہ تھا،لیکن صحت بڑی اچھی تھی،اسی وقت ان صاحب نے نظر لگائی،نانی مرحومہ سے فرمانے لگے"ارے چاچی کا کھلاوت ہوا یکھا،ایکی اتنی اچھی صحت ہے،مہوں کا بتلادے" (یعنی اس کو کیا کھلاتی ہو جس کی وجہ سے اتنی اچھی صحت ہے مجھ کو بھی بتلادو) بس اُسی وقت سے ہماری حالت بدل گئی اور صحت خراب ہوگئی،بعض لوگوں کی نظر فطرۃً زیادہ لگتی ہے۔

نظر سب کی اور سب کو لگ سکتی ہے

فرمایا: نظر عجیب چیز ہے،اس کا اثر بہت جلد ہوتا ہے،اور نظر جناتوں انسانوں سب

26

کی لگتی ہے،اوراس میں عالم جاہل سب برابر ہیں،یعنی عالم جاہل سب کو نظر لگتی ہے،عالم کیا جب صحابی کو صحابی کی نظر لگ گئی تھی تو ہم لوگوں کو کیوں نہیں لگ سکتی،مؤطا مالک میں روایت موجود ہے،ایک صحابی غسل کررہے تھے،بڑے خوبصورت تھے،سہل بن حنیف ان کا نام تھا،عامر بن ربیعہ نے ان کے جسم کو دیکھ کر کہا کہ اس جیسا جسم تو میں نے آج تک دیکھا ہی نہیں،اسی وقت ان کے جسم پر اُن کی نظر ایسی لگی کہ فوراً بیمار ہوگئے،چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے،سراٹھانا مشکل ہوگیا،رسول اللہ ﷺ کواس کی اطلاع دی گئی،آپ نے اُن کا علاج فرمایا،اورآپ نے عامر بن ربیعہ سے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تم نے مَاشَاءَ اللّٰہُ لاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ کیوں نہ کہہ لیا۔

مقروض شخص کا ہدیہ نہیں لوں گا

ایک صاحب شربت روحِ افزا کی بوتل ہدیہ میں دینے کے لئے لائے،اور حضرت کی خدمت میں پیش کرنا چاہا،حضرت نے فرمایا نہیں لوں گا،مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مقروض ہو،تمہارا ہدیہ کس طرح لے لوں،پھر ان صاحب نے کہا نہیں حضرت میں مقروض نہیں ہوں،تب حضرت نے قبول فرمالیا۔

فائدہ: شرعی حکم بھی یہی ہے کہ مقروض شخص کو اپنے قرض کے ادا کرنے کی فکر پہلے کرنا چاہئے،قرض نہ دے کر دعوتوں اور ہدیوں میں پیسہ خرچ کرنا شرعاً ممنوع ہے۔(مرتب)

معمولی ہدیہ کی بھی قدر کرنا چاہئے،ایک بزرگ کا حال

فرمایا: ایک بزرگ تھے،ان کے پاس جب بھی کوئی ہدیہ لاتا یا کوئی بھی نعمت آتی خواہ کتنی ہی معمولی ہو اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اے اللہ! میرے پاس آپ ہی نے اس کو بھیجا ہے،اور فرماتے کہ الحمدللہ! ہر مرتبہ تجدید تعلق مع اللہ نصیب ہوتا ہے،یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق میں اضافہ ہوتا ہے اور خوشی ہوتی ہے اور اس کا شکر ادا کرنے کا جی چاہتا ہے،اسی کو

تجدید تعلق مع اللہ سے تعبیر فرمایا۔

حضرت کی نانی کا ذکر

فرمایا: میری نانی مرحومہ پڑھائی کے معاملہ میں بڑی سخت تھیں، ذرا بھی رعایت نہیں کرتی تھیں، بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں، اور اصلاح وتربیت تو ایسے ہی ہوتی ہے۔

اختلاف برا نہیں مخالفت مذموم ہے

فرمایا: کسی مسئلہ میں شاگرد کا استاذ سے، چھوٹے کا بڑے سے اختلاف کرنا برا نہیں، ایسا ہوتا رہا ہے، لیکن ہمارے اندر زوال آگیا ہے مخالفت کرنے سے، اس طرح مخالفت کرتے ہیں، جس سے صاف کبر وعناد ظاہر ہوتا ہے، ورنہ اختلاف کا جو سنجیدہ طریقہ ہے اس طریقہ سے علمی دلائل کی روشنی میں اگر اپنے بڑوں سے بھی اختلاف کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، غلطیاں دونوں طرف سے ہوتی ہیں، اختلاف کرنے والے اختلاف میں حدود وقیود اور ادب وتہذیب کا لحاظ نہیں رکھتے اور اس طرح اختلاف کرتے ہیں جس سے مخالفت، بے ادبی اور عناد ظاہر ہوتا ہے، اور جن کی رائے سے اختلاف کیا جاتا ہے ان کی غلطی یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری توہین ہوگئی، ہماری ناک کٹ گئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، آپ نے صاف صاف فرمادیا کہ اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے اور مولانا یحییٰ صاحب کی رائے اس سے مختلف ہے، وہاں بیٹھے ہیں ان سے جاکر دریافت کرلو، اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں، دیکھئے! یہ ہے تواضع اور انصاف پسندی کہ مرید اور خلیفہ اپنے شیخ سے اختلاف کررہا ہے، اور شیخ کے قلب میں ذرا بھی کدورت نہیں ہوتی۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کا ذکر خیر

فرمایا: میں مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کی ایک کرامت بتلاؤں، میں باندہ گیا تھا، واپسی پر ریزرویشن کے لئے کوئی سیٹ خالی نہیں تھی، حضرت مولانا نے ایک ذمہ دار شخص سے فرمایا تھا کہ اگر دو سیٹیں کینسل ہوجائیں تو ہمارے آدمی کے لئے ہوجائیں، بے چارہ ایک غیر مسلم دن بھر وہیں پڑا رہا، اتفاق سے صرف دو ہی سیٹیں کینسل ہوئیں، اس کے بعد جب گاڑی آنے کا وقت ہوا تو لوگ اسٹیشن میں چارپائی لائے حضرت کے بیٹھنے کے لئے، اور اس کو بچھانا چاہا، حضرت مولانا نے فرمایا، یہاں نہیں اور آگے چلو، آگے چل کر بچھاؤ، حالانکہ لوگ کہہ رہے تھے کہ گاڑی کا ڈبہ جس میں ہم کو سوار ہونا ہے یہیں پر رکتا ہے، لیکن حضرت کا حکم تھا اس لئے آگے چلے، گاڑی آنے پر ٹھیک اُسی جگہ ڈبہ رکا جہاں حضرت مولانا نے کہا تھا۔

مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ عجیب وغریب آدمی ہیں، اپنی عمر کے لوگوں میں بے مثال ہیں، یہاں جب آتے ہیں تو اپنے آپ کو بالکل چھوٹا اور طالب علم سمجھ کر آتے ہیں، جب ہتورا جانا ہوا تو معلوم ہوا کہ جیسے کوئی بہت بڑا ولی اللہ ہو، آگے پیچھے، دائیں بائیں، ہر طرف سے لوگ ٹوٹے پڑ رہے ہیں، ایسی مقبولیت ومحبوبیت تو ہم نے دیکھی ہی نہیں، اور مدرسہ ہتورا میں تو معلوم ہوتا تھا جیسے نور ٹپک رہا ہے۔

مولانا صدیق احمد صاحبؒ سے حضرت شیخؒ کی عقیدت کا حال

حضرت شیخؒ کے نام مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے پاس سے ایک خط آیا تھا، جس میں حضرت مولانا نے ایک شعر بھی لکھا تھا، جس میں تعلق ومحبت کا اظہار تھا، حضرت اس کو بار بار پڑھتے تھے اور فرماتے تھے میں تو اس کو اپنے لئے خیر اور نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کو اپنے سرہانے رکھ لیا تھا اور اس کو وقتاً فوقتاً دیکھتے تھے، ایک مرتبہ خط منگوایا، اور پڑھ کر رونے لگے، اور فرمایا مولانا صدیق احمد صاحب مجھ سے بہت

محبت کرتے ہیں، میں بھی ان سے بہت محبت کرتا ہوں، مجھ کوان کی اولاد سے بھی محبت ہے۔

ایک مرتبہ ختم بخاری شریف میں ہتورا سے واپسی پر جب مولانا صدیق احمد صاحبؒ حضرت شیخ کے والد صاحب سے ملاقات کے لئے حضرت کے ساتھ وطن تشریف لے گئے تھے، اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ نے فرمایا، اگر مولانا کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو میرے ساتھ میرے وطن کیوں جاتے، فقط میری وجہ سے ایک چھوٹے سے دیہات میں تشریف لے گئے۔

ایک مرتبہ فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا صدیق احمد صاحبؒ کوکشف بھی ہوتا ہے، لیکن وہ اپنے کو بہت چھپاتے ہیں، ایک پروفیسر صاحب یہاں آئے تھے بڑے وجیہ آدمی اور نہایت ہی متواضع تھے، پہلے پینٹ وغیرہ پہنتے تھے اب مولانا صدیق صاحب سے متعلق ہیں، مولانا نہ معلوم کس طرح لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں، عجیب بابرکت شخصیت ہے، سچی بات یہ ہے کہ پورے علاقہ میں ان کا سایہ پڑا ہوا ہے، حاضرین سے فرمایا ان کی خدمت کیا کرو ابھی کچھ پتہ نہیں چل رہا بعد میں معلوم ہوگا۔

مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کا مطالعہ بھی وسیع تھا

احقر نے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے کچھ ملفوظات جمع کئے تھے، ان کو حضرت کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے پیش کیا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان ملفوظات کا مطالعہ فرما رہے تھے، اس میں کوئی واقعہ لکھا تھا، حضرت شیخ نے فرمایا اچھا! معلوم ہوتا ہے کہ مولانا صدیق احمد صاحب کا مطالعہ بھی وسیع ہے، یہ واقعہ فلاں کتاب میں لکھا ہے، اور ''تنبیہ الغافلین''، میں بھی لکھا ہے، احقر نے عرض کیا حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ سفر میں کتابیں ساتھ رکھتے تھے ''تنبیہ الغافلین'' اور حافظ ابن حجر کی ''منبّہات'' بھی مطالعہ فرماتے تھے، حضرت نے فرمایا: ''منبّہات'' کوئی بہت معتبر کتاب نہیں۔

28

حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے ملفوظات کی اہمیت حضرت کی نگاہ میں

احقر نے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے ملفوظات حضرت کو دکھائے، جس کو احقر ہی نے بڑے اہتمام سے جمع کیا تھا، حضرت نے ان کو ملاحظہ فرما کر اس کے باقاعدہ ضبط کرنے کی تاکید فرمائی، اور فرمایا کہ لکھتے رہو اللہ کرے چھپ جائیں، حضرت کی باتوں میں بڑی تاثیر ہے۔

احقر حضرت شیخ کے ملفوظات بھی جمع کرتا تھا، آپ کو اس کا علم بھی تھا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا تم کو جن کے ملفوظات جمع کرنا چاہئے ان کے تو جمع نہیں کر رہے ہو، میرے ملفوظات جمع کر رہے ہو، مولانا صدیق احمد صاحب کے کلام میں بہت تاثیر ہے، اور میرے دل میں ان کی بہت عظمت اور محبت ہے، مولانا معین اللہ صاحب تو فرما رہے تھے کہ اب تو بزرگوں میں مرکزی شخصیت بس وہی ہیں، حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کو بھی ان سے بہت زیادہ لگاؤ ہے، بہت ذکر خیر فرماتے ہیں، ان کے مواعظ بھی اگر جمع کر لئے جائیں اور چھپ جائیں تو بہت بہتر ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کی اہمیت

احقر نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات پر بھی مختلف موضوعات سے متعلق ترتیب کا کام شروع کر دیا تھا، اس کی ایک فہرست احقر نے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کی، حضرت اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پسند فرمایا، اور فرمایا تم نے اس کو مولانا صدیق احمد صاحب کو دکھلایا یا نہیں، ان کو بھی دکھلا دو، اللہ کرے اس کے جلدی چھپنے کی کوئی صورت ہو جائے، یہ تو ہم لوگوں کے بھی کام کی چیز ہے، حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں علوم ہیں ان کے ہر ملفوظ

میں کوئی نہ کوئی حکمت ونصیحت کی بات ہوتی ہے، احقر نے عرض کیا کہ حضرت میں چاہتا ہوں کہ ان کے طبع کرانے کی عام اجازت ہو، جو شخص چاہے چھاپے، طباعت کے حقوق محفوظ نہ ہوں، فرمایا ہاں اکابر کا یہی طریقہ رہا ہے، حقوقِ طبع محفوظ کرنا کوئی چیز نہیں، دوسری مجلس میں حضرت نے فرمایا اس کی طباعت میں کتنا خرچ آئے گا، میں بھی اس میں کچھ حصہ لے لوں۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ملفوظات کی اہمیت

احقر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ملفوظات جو ''کمالات عزیزی'' کے نام سے طبع ہوئے ہیں، اس پر بھی احقر نے اسی طرح ترتیب کا کام کیا ہے، لیکن اس میں بہت سی ایسی باتیں تھیں جن سے عوام کے عقیدے خراب ہونے کا اندیشہ تھا، اس لئے اس قسم کے سارے ملفوظات کو احقر نے حذف کر دیا، اور فقہی ترتیب کے مطابق ان کو مرتب کیا ہے، فرمایا کہ ہاں اصل میں خود ان ملفوظات ہی کے بارے میں شبہ ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ جو نظم وضبط اور نگرانی حضرت تھانویؒ کے یہاں تھی وہ وہاں نہ ہوئی تھی۔

راقم عرض کرتا ہے کہ الحمدللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ملفوظات پر احقر نے جو کام کیا تھا، وہ طبع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے، اس کا نام ہے: ''شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے علمی وفقہی ملفوظات'' حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھنے کے بعد اس کو پسند فرمایا، حضرت کے سامنے وہ کتاب رکھی ہوئی تھی، افریقہ یا لندن کے کچھ اہل علم مہمان تشریف لائے ہوئے تھے ان کو وہ کتاب بڑی پسند آئی حضرت سے انہوں نے مانگا، حضرت نے ان کو وہ کتاب دے دی۔

اس کتاب میں کام کرنے کا محرک یہ ہوا تھا کہ زمانۂ طالب علمی میں جبکہ احقر افتاء کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیر تعلیم تھا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مجلس میں بعد عشاء پابندی سے حاضر ہوتا تھا، اس زمانہ میں حضرت مولاناؒ تاریخ دعوت وعزیمت کی پانچویں جلد جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے حالات پر مشتمل ہے، زیر تصنیف تھی، اسی ضرورت سے حضرت مولاناؒ نے کتب خانہ سے ''کمالات

عزیزی'' کتاب منگوائی، عشاء کے بعد کی مجلس میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے کچھ واقعات حضرت بیان فرمایا کرتے تھے، جو اس کتاب میں لکھے ہوئے ہیں، حضرت مولانا کے حجرہ سے باہر ناظم کتب خانہ مولانا سید مرتضٰی صاحبؒ کے ہاتھ میں وہ کتاب تھی، وہ مجھ پر بڑے شفیق تھے، احقر نے وہ کتاب ان کے ہاتھ سے لے لی، جس کو وہ کتب خانہ واپس لے جا رہے تھے، احقر نے اس کا مطالعہ شروع کیا، بلاشبہ وہ رسالہ بہت سی مفید معلومات پر مشتمل ہے، لیکن رطب ویابس کا مجموعہ ہے، اس میں تنقیح وترتیب اور تہذیب کی ضرورت تھی، چنانچہ اسی وقت احقر نے اس پر کام شروع کیا، الحمدللہ! وہ کام پورا ہوگیا، اسی کتاب کا تذکرہ مندرجہ بالا ملفوظ میں ہے، کتاب کا مسودہ احقر نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی خدمت میں بغرض تقریظ پیش کیا تھا، ندوہ میں اجتماع کی تاریخ قریب تھی، حضرت بہت مصروف تھے، اس وقت حضرت نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

محبّ عزیز ومکرم زادہ اللہ توفیقاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ

مکتوب عزیز مورخہ یکم نومبر کو ملا تھا، اس کے بعد اجتماع کی تیاریاں تھیں، سخت مصروفیت رہی، اس سے فارغ ہونے کے بعد بڑا تھکان اور ضعف چل رہا ہے، اب قریبی تاریخوں میں انشاء اللہ حجاز مقدس کا سفر بھی ہے، اس لئے خط کا علمی وتحقیقی جواب دینا مشکل ہے، آپ کی تحریری وتحقیقی خدمات سے خوشی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اس وقت کسی مطالعہ وتحریر کی فرصت نہیں، ہماری مسرت ودعا ہی پر اکتفاء فرمائیے۔

والسلام
دعا گو وطالب دعا
ابوالحسن علی ندوی
۲۰؍نومبر ۱۹۹۷ء

بزرگوں کی خدمت میں رہنے والوں کو نہایت ضروری نصیحت

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا تم مولانا صدیق احمد صاحب کے پاس رہتے ہو ان کی خدمت کرتے ہو ان کے پاس رہ کر لالچ میں کبھی نہ آنا، اور کھانے پینے کے چکر میں نہ پھنس جانا، اکثر لوگ بزرگوں اور مشائخ کے یہاں یہیں پر آکر بگڑ جاتے ہیں، حضرت مولانا اگر تم سے یہ بھی فرمادیں کہ تم جو کچھ چاہو کھالو پھر بھی کچھ کھانا نہیں، چکھنا بھی نہیں، ہاں اگر حضرت مولانا اپنے ہاتھ سے کچھ دے دیں تو دوسری بات ہے وہ لے لینا، ورنہ زندگی بھر پچھتاؤ گے۔

ایک طالب علم بڑے صالح اور ذاکر تھے، لیکن ان کی عادت خراب اس طرح ہوگئی، اب تو یہاں تک خطرہ ہے کہ کہیں ذکر سے بھی غافل نہ ہو جائے، ان کے لئے دعا کرنا۔

ہم سے مولانا ضیاء صاحب (حضرتؒ کے مشفق استاذ) نے کہہ رکھا تھا کہ گھی شکر تمہارا جتنا جی چاہے کھالیا کرو، لیکن ہم نے کبھی چکھا تک نہیں۔

کسی شخص کو دو پیر نہیں بنانا چاہئے

حضرت نے فرمایا اس وقت تم کو میرے پاس یہاں نہ آنا چاہئے تھا حضرت مولانا صدیق احمد صاحب ہی کے پاس رہتے ان کی خدمت کرتے ان کا کام کرتے، پیری مریدی یہ ایک ایسی چیز ہے جو اشتراک کو پسند نہیں کرتی، فطری بات ہے، خیال ہوتا ہی ہے، کسی شخص کو دو پیر نہیں بنانا چاہئے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ احقر کے شیخ ومرشد مولانا سید صدیق احمد صاحب تھے، اور اپنے شیخ ہی کے حکم سے احقر دو سال حضرت شیخ کی خدمت میں رہا اور اس کے بعد بھی اپنے شیخ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ کی اجازت کے بعد بھی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، حضرت اقدسؒ نے جو بات فرمائی وہ محض احتیاط کی بنا پر، واللہ اعلم۔ (مرتب)

اپنے آپ کو بزرگوں پر قیاس مت کرو

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا تم اپنے کو مولانا صدیق احمد صاحب پر قیاس مت کرو، انہوں نے شروع میں بہت مجاہدے کئے ہیں، اور پھر ان کو وہبی طور سے ملا ہے، اور ان کے سادات میں ہونے کی بھی برکت ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان کو کیسی مقبولیت ومحبوبیت ہر طرف سے حاصل ہے، لوگ ٹوٹے پڑتے ہیں اوروں کو یہ کیوں حاصل نہیں؟ یہ سب منجانب اللہ ہے۔

مشغول عالم کے لئے ذکر بارہ تسبیحات بہت کافی ہیں

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے دریافت فرمایا کہ تم ذکر میں اسم ذات پاک کا ورد کیوں نہیں کرتے، معلوم نہیں حضرت مولانا صدیق احمد صاحب نے تم کو کیوں نہیں بتلایا، زیادہ مشغولی اور وہاں کے حالات کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کے بعد حضرت نے ذکر جہری اور اس میں ضرب کی افادیت کا ذکر فرمایا۔

احقر نے عرض کیا کہ کیا یہ بھی مقصود ہے؟ فرمایا کہ نہیں، مقصود تو نہیں لیکن مقصود کا ذریعہ ہے، احقر نے عرض کیا کہ اصل مقصود کیا چیز ہے، دلجمعی ویکسوئی؟ فرمایا نہیں، تعلق مع اللہ، لیکن اس طرح ذکر کرنے کا خاصہ یہ ہے کہ جب قلب پر ضرب کا اثر پڑتا ہے، جس کی وجہ سے قلب کے اندر گرمی اور خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کا تعلق اور اس کی محبت قلب میں راسخ ہو جاتی ہے، پھر کسی کا قلب تو جلد متاثر ہوتا ہے، اس کو جلدی کامیابی ہو جاتی ہے، اور کسی کو دیر میں، لیکن مقصود اللہ تعالیٰ کا قلب میں تعلق پیدا ہو جانا ہے، ورنہ اس کے بغیر قلب غافل ہو جاتا ہے، اور اس طریقہ سے ذکر کرنے سے قلب ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتا ہے، غفلت نہیں ہوتی، یہ بطور علاج کے کیا جاتا ہے، جیسے اگر کپڑا دھونا ہو تو پانی میں ڈالنے سے تر ہو جائے گا لیکن اس کے لئے ہاتھ کو بھی استعمال کرنا پڑے گا، بغیر اس کے کامیابی نہیں

ہوتی، اسی طریقہ سے یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔

فائدہ: احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس کے بعد احقر نے اپنے شیخ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق ذکر کی بابت استفسار کیا، اور بارہ تسبیحات کے علاوہ مزید ذکر کی اجازت چاہی، نیز ذکر میں ضرب لگانے کے متعلق بھی استفسار کیا تو میرے شیخ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ نے دونوں باتوں کے متعلق وہی بات تحریر فرمائی جس کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ارشاد فرمایا ہے: کہ مشغول عالم اور مدرّس کے لئے اتنا ذکر یعنی بارہ تسبیحات بہت کافی ہیں، اور ذکر میں ضرب لگانے اور گردن جھکانے اور حرکت دینے کی بھی ضرورت نہیں، ہلکی آواز سے مختصر ذکر کر لینا کافی ہے۔ (مرتب)

ذکر کتنا اور کیسے کرنا چاہئے؟

ایک مرتبہ حضرت والا نے احقر سے دریافت فرمایا تم کتنا ذکر کرتے ہو؟ احقر نے عرض کیا کہ بارہ تسبیحات، فرمایا وہی بیس منٹ میں؟ پھر فرمایا ذکر اتنا کرنا چاہئے کہ نسبت یادداشت حاصل ہوجائے، جب تک تم یہاں ہو میرے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ذکر کیا کرو، احقر نے عرض کیا کہ ہم نے اپنے شیخ مولانا صدیق احمد صاحبؒ کی نگرانی میں ان کے فرمان اور ان کی ہدایت کے مطابق ہی ذکر شروع کیا تھا، حضرت نے رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں حالت اعتکاف میں ایک مرتبہ عصر بعد احقر سے فرمایا تھا کہ ارے زید تم بھی تھوڑا ذکر کر لیا کرو، احقر نے عرض کیا تھا کہ ذکر کیسے کروں؟ حضرت نے اپنے پاس بٹھالیا، اور فرمایا جیسے میں کر رہا ہوں، اُسی طرح کرو، احقر نے حضرت سے پوچھا تھا کہ کیا گردن ہلا کر کروں جس طرح لوگ کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا جیسے میں کر رہا ہوں ویسے کرو، اس پر حضرت شیخ نے فرمایا، اچھا بابا تم ویسے ہی کرو۔

(اس وقت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ذکر جہری ضرب کے ساتھ کرتے تھے) اور حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ بغیر ضرب کے اور بغیر گردن ہلائے ہوئے بہت ہلکی آواز سے کرتے تھے۔

خاص ہیئت سے ذکر کرنے کا فائدہ

فرمایا: ذکر اللہ بہت بڑی چیز ہے، اور اصل ذکر تو وہ ہے جو دل سے بھی ہو، یعنی زبان کے ساتھ قلب بھی ذکر میں شریک ہو، اور حضور قلبی کے ساتھ ذکر کیا جائے، صوفیائے کرام خصوصاً چشتیہ حضرات جو بارہ تسبیحات کا ذکر خاص ہیئت کے ساتھ بیٹھ کر کرنے کی تلقین کرتے ہیں، مثلاً چارزانوں بیٹھ کر ضرب کے ساتھ ذکر جہری کرے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح بیٹھنے سے سینہ بالکل سیدھا ہوجاتا ہے، اور اعضاء کھل جاتے ہیں، اور قلب کا ذکر کی طرف متوجہ کرنا آسان ہوتا ہے اور توجہ الی اللہ کرنے میں سہولت ہوتی ہے، یہ سب صوفیاء اور مشائخ کے تجربات ہیں، ویسے اذکار میں کسی خاص ہیئت اختیار کرنے کا اہتمام کوئی ضروری نہیں، ذکر اسم ذات پاک کو اٹھتے بیٹھتے جس حالت میں بھی ہو کر لینا چاہئے، بس حضور قلب کے ساتھ ہو۔

ایک صاحب کو حضرت نے فرمایا کہ اگر تم کو ذکر کرنے کا وقت نہیں ملتا تو گاڑی پر بیٹھے ہوئے سفر کرتے ہوئے چلتے پھرتے ہی پورا کر لیا کرو، اس کی بھی برکات ظاہر ہوں گی۔

ذکر بارہ تسبیحات بدعت کیوں نہیں؟

احقر راقم الحروف نے حضرت سے عرض کیا کہ بارہ تسبیحات کا ذکر جو مشائخ کے معمول میں داخل ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے تو منقول نہیں، کسی حدیث اور سنت سے بھی اس طرح ثابت نہیں، پھر ان کو کیوں کرایا جاتا ہے؟ بعض لوگوں نے بدعت ہونے کا شبہ ظاہر کیا ہے، حضرت نے ارشاد فرمایا: اصل ذکر تو وہی ہے جو ماثور ہے اور سنت سے ثابت

ہے، اور باقی یہ ذکر بطور علاج کے کرایا جاتا ہے، اس کو ذکر بسیط کہتے ہیں، اور باقی حدیثوں میں جو اذکار آئے ہیں وہ عموماً مختلف کلمات پر مشتمل ہیں، جن کو ذکر مرکب کہا جاتا ہے، جیسے **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر**، یا **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**، یا **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**، یہ سب ذکر مرکّب ہیں، ہر ذکر کی تاثیر اور خصوصیت الگ الگ ہوتی ہے، ذکر بسیط یعنی ایک ہی طرح کا ذکر مثلاً **اللہ، اللہ، اللہ** میں جو خاصیت اور جو نور ہوگا دوسرے اذکار میں نہ ہوگا، اور اس ذکر سے دل میں جو کیفیت پیدا ہوگی دوسرے اذکار سے نہیں پیدا ہوگی، تجربہ سے اس ذکر کا مفید ہونا ثابت ہے، اسی لئے صوفیاء اور مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے، احقر نے عرض کیا کہ کیا کیفیات مقصود ہیں؟ حضرت تھانویؒ نے تو ایک موقع پر تحریر فرمایا ہے کہ کیفیت مقصود نہیں ہے، حضرت نے ارشاد فرمایا کیفیات مقصود تو نہیں لیکن جو مقصود ہیں اس میں معین ہے، احقر نے عرض کیا تو اصل مقصود کیا ہے، حضرت نے ارشاد فرمایا: تعلق مع اللہ اور اس میں رسوخ، اور اس میں یہ ذکر بسیط زیادہ مفید ہے، اور صحابہ کرام کو اس کی ضرورت اس لئے پیش نہیں آئی تھی کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی برکت ہی سے وہ بات حاصل تھی جو ہم کو بڑے مجاہدوں کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتی، اس لئے ان کو اس کی ضرورت نہ تھی اور ہم کو ضرورت ہے۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اسی کے قریب قریب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے بھی تحریر فرمایا ہے، دوسرے موقع پر احقر نے حضرتؒ سے خط کے ذریعہ مزید اس شبہ کو دور کرنا چاہا تو حضرت نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

اذکار واشغال کے متعلق حضرت شیخ کا اہم مکتوب

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضراتِ صوفیاء نے ذکر کی جو صورتیں اور تعداد وغیرہ ذکر کی ہیں، یہ امراضِ قلبی

کے ازالہ اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کے ذرائع ہیں اور صدیوں کے مجرّب بات ہیں، اگر کسی کو اس کے بغیر کسی اور صورت سے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حالت حاصل ہو جائے، تو اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، اصل تو اعمالِ مسنونہ ہیں، جیسے: مریضِ جسمانی کا علاج دواؤں سے کیا جاتا ہے اور مضرّات سے بچایا جاتا ہے، لیکن اصل چیز جس سے بدن کو قوت حاصل ہوگی وہ مقویات اور اغذیہ ہیں، اور حضرات صوفیہ نے ذکر کی جو خاص خاص صورتیں تجویز کی ہیں، وہ صرف اللہ تعالیٰ کا دھیان دل میں جمانے کے لیے ہے، پہلے ''**لا الٰہ الا اللہ**'' اور پھر ''**الا اللہ**'' اور پھر ''**اللہ، اللہ**'' اور ثالث بحذف حرف النداء یا بحذف المبتدا ہے، اور ثانی صرف ایسے ہے جیسے بچے کو **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھاتے ہیں، تو پہلے بے، سین زیر: بس، میم، لام زیر: مِل، لا الف زبر: لاَ، ہا زیر: ہِ؛ رٹاتے ہیں، پھر **بسم اللہ** کہلواتے ہیں، اصل میں مرکب میں ذہن پر بوجھ کم پڑتا ہے، اس لیے بسیط سے مرکب کی طرف چلتے ہیں، اور ذکر میں بظاہر مرکب سے بسیط کی طرف چلتے ہیں پہلے نفی، اثبات کراتے ہیں، تاکہ توحید کا مفہوم دل میں اترے، پھر ہلکا کر کے صرف اثبات کو رکھتے ہیں، اور صرف ''**اللہ، اللہ**'' کا ذکرِ بسیط کراتے ہیں کہ ذاتِ حق بسیط ہے، تو مفہوم توحید کے استحضار کے ساتھ۔ جس کی طرف پورے کلمے سے دل کو متوجہ کیا گیا تھا، ذاتِ بسیط کے دھیان کو اسمِ بسیط سے دل میں جماتے ہیں، خدا کرے یہ تمہارے لیے باعثِ سکون ثابت ہو، اس وقت ذہن حاضر نہیں ہے، کیف ما اتفق جو آ گیا لکھ دیا۔

یہ تم نے صحیح لکھا ہے کہ منقول میں جو بات ہے وہ کسی چیز میں نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ہیں، آپ کی ہر چیز محبوب کی ادا ہے، اور ادا محبوب، محبوب ہوتی ہے، لیکن اس ادا کو پوری طرح ادا کرنے کی ضرورت ہے، اور وہ بغیر تزکیۂ قلب کے ناممکن ہے، اس لیے اس کا تزکیہ کرنا اور اس کے ذرائع اختیار کرنا بھی ضروری ہوگا، اصل تو اعمالِ مسنونہ کو سمجھو اور کرو بھی، اور انہیں ہی کرنا ہے، لیکن تھوڑی دیر کے لیے بطور علاج کے حضراتِ صوفیہ کا مجربہ

نسخہ بھی استعمال کرو، تا کہ طاقت کے ساتھ اعمالِ مسنونہ کی ادائیگی ہو۔

اجتماعی ذکر میں صورت اجتماعیہ مطلوب نہیں ہے، بلکہ اجتماع کی وجہ سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رغبت وشوق کا پیدا ہونا مقصود ہے، اور مزید یہ کہ بعض مشائخ ذکر کر کے وقت قلب مرید کی طرف متوجہ ہوتے ہیں؛ تا کہ طبیعت لگ جاوے، اور مرشد کی معیت میں سب کا ایک ساتھ ذکر کرنا مرشد کی توجہ کی تحصیل میں معین ہے، جیسے: مکتب کے حافظ سارے بچوں کو ایک ساتھ پڑھاتے ہیں اور سب پر نظر رکھتے ہیں، لیکن یہ چیزیں مقصود نہیں ہیں، اسی لیے اجتماع کے فوت ہونے کی صورت میں بھی سالکین تنہائی میں اپنے معمولات پورے کرتے ہیں۔

أخرج ابن ماجة (٢١) عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه قال: خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم من بعض حجره، فدخل المسجد فإذا هو بحلقتین إحداهما: یقرئون القرآن ویدعون، والأخری یتعلمون ویعلمون، فقال النبی صلی الله علیه وسلم : کل علی خیر، وفی إسناده الإفریقی ، وهو ضعیف

وأخرج مسلم وغیره عن أبی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون کتاب الله ویتدارسونه بینهم إلا نزلت علیهم السکینة، وغشیتهم الرحمة، وحفتهم الملائکة، وذکرهم فیمن عنده.

یہ حدیثیں اجتماعی ذکر کی فی الجملہ مؤید ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نکیر، ممکن ہے کسی خاص امر کی بنا پر ہو، مثلاً: وہ لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہوں، واللہ اعلم

حدیث کی کتابوں کا مطالعہ اور عمل کا جذبہ بے حد مبارک ہے۔ **اللهم آتنا منه حظا وافراً ونصیبا تامّا**

تمہارے خواب مبارک ہیں، پانی میں تیرنا اور پار ہو جانا طالب کی ترقی اور کامیابی پر دلالت کرتا ہے، اوپر اڑنا بھی عروج وترقی ہے، عصا سنت ہے، خواب میں لاٹھی ملنا

مبارک ہے، میکائیل علیہ السلام کی لاٹھی ہونا برکت فی الرزق کی طرف اشارہ ہے، چھوٹے بچے کا خواب میں ”انی عبداللہ“ کہنا بھی اچھا ہے، میرا گمان ہے کہ وہ تمہارا نفس ہے، مبارک ہو! اس کا شیخ کی گود میں کھیلنا، یہ شیخ کی نگرانی وتربیت ہے، مراد تمہارے شیخ حضرت مولانا سید صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو بوسہ لینا آپ کی رضا ومحبت کی علامت ہے۔ (نوادر الفقہ :١٨٢،١٨٣)

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کا ایک مختصر ملفوظ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے، جو درج ذیل ہے:

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

ابن تیمیہؒ نے اللہ اللہ ذکر کرنے کو بنا بر عدم نقل بدعت کہہ دیا ہے، لیکن اگر میں اس وقت ہوتا یا وہ اس زمانہ میں ہوتے تو میں ان سے عرض کرتا اور ان شاء اللہ وہ تسلیم کرتے کہ ایک شخص قرآن پاک حفظ کرتا ہے اور ایک ہی لفظ کا بار بار اعادہ کرتا ہے مثلاً ”إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ“ کو اس طرح یاد کرتا ہے ”إِذَا السَّمَاء انُ“ ”إِذَا السَّمَاء انُ“ کو سو مرتبہ کہا اور ”فَطَرَتْ فَطَرَتْ“ کو سو مرتبہ کہا، اور پھر ملا کر کہا تو میں ابن تیمیہؒ سے پوچھتا کہ یہ جائز ہے یا محض اس لئے کہ منقول نہیں ناجائز ہے؟ ابن تیمیہؒ کے پاس سوائے تسلیم جواز کے کوئی جواب نہ ہوتا، کیونکہ حقیقت اس کی صرف یہ ہے کہ مذکور کو (یعنی اللہ کو) حافظہ میں راسخ کرنا ہے، اب جس ہیئت سے ہو اور گو وہ ہیئت منقول بھی نہ ہو، پس اس طرح ذاکر کا مقصود قلب میں توجہ الی اللہ کو راسخ کرنا ہے، پس مقصود کو قلب میں راسخ کرنے کو کون منع کر سکتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ص٤١٣، ج٢)

شارح مسلم علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے فتح الملہم شرح مسلم میں حدیث: **”لا تقوم الساعة علی أحد یقول الله الله“**

(مسلم شریف عن انس، حدیث ٣٧٤، باب ذہاب الایمان آخر الزمان)

کے تحت مفرد لفظ ''اللّٰہ اللّٰہ'' کے ذکر کو ثابت فرمایا ہے، اور علامہ ابن تیمیہؒ کے نقطۂ نظر کی اسی حدیث پاک سے تردید فرمائی ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

قلت: وفی تكرير الإسم إشارة إلى مشروعية ذكر الله عز وجل بإسمه المفرد، والرد على من زعم نفي كونه مشروعاً ومحموداً، كالحافظ ابن تيميةؒ في فتاواه، فإنه قد أطنب إطناباً بليغاً في إبطال مشروعية هذا الذكر، وكأنه رحمه الله تعالىٰ قد ذهل عن حديث الباب، فسبحان من لا ينام ولا ينسىٰ. (فتح الملہم کتاب الایمان ص۱۷۹، ج۲)

اشتراک فی الشیخ ممنوع ہونے کا مطلب

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا کہ جب تک تم یہاں پر رہو میرے کہنے کے مطابق ذکر کرو ورنہ تمہارے یہاں آنے سے کیا فائدہ؟ کچھ تو حاصل کرو، احقر نے عرض کیا کہ یہ اشتراک فی الشیخ تو نہیں ہوگا؟ میں حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے کہنے کے مطابق ذکر کررہا ہوں، فرمایا اس کو اشتراک نہیں کہتے، اشتراک کا مطلب یہ ہے کہ دو پیر بنالے، اور اذکار تو اختیار کئے جاسکتے ہیں، میں خود بہت سے اذکار سلسلۂ نقشبندیہ کے کرتا ہوں جو میرے حضرت نے مجھے نہیں بتلائے تھے، حضرت مولانا معلوم ہوتا ہے سلوک کی لائن نہیں چلا رہے ہیں تصوف کی کتابوں کا مطالعہ مولانا کا کم ہے، اس لئے اس طرف ذہن نہیں چلتا۔

مناجات مقبول پڑھنے کی اہمیت

احقر نے عرض کیا کہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کبھی کبھی مناجات مقبول پڑھتے ہیں، لیکن احقر کو پڑھنے کے لئے نہیں فرمایا، اس لئے نہیں پڑھتا ہوں، فرمایا اس جہالت کی بھی کوئی حد ہے وہ خود ہی کہیں گے؟ ارے خود ہی پوچھ لو، اور پڑھنا شروع کردو۔

مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کا مجاہدہ

احقر نے عرض کیا کہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ خود بھی صرف بارہ تسبیحات ذکر کرتے ہیں، بہت دیر تک ذکر نہیں کرتے، فرمایا ان کی بات دوسری ہے، حضرت ناظم صاحبؒ (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب) نے شروع میں ان سے بہت مجاہدے کروائے ہیں، پھر ان کو حضوری کا مقام حاصل ہے، تھوڑے ذکر سے بھی ان کو حضوری نصیب ہوجاتی ہے، اور وہ قرآن شریف بھی کثرت سے پڑھتے ہیں اور سب سے قوی استحضار تو اسی سے حاصل ہوتا ہے، کیونکہ یہ ذکر مرکب ہے، باقی دوسرے اذکار ذکر مفرد ہیں، لیکن بسیط ہیں، اس لئے ان میں دلجمعی اور یکسوئی جلدی ہوجاتی ہے۔

ذکر اتنا کرنا چاہئے کہ ملکۂ یادداشت حاصل ہوجائے

احقر نے عرض کیا کہ اگر ان سب کو نہ کیا جائے اور صرف بارہ تسبیحات پر اکتفاء کیا جائے تو اس میں کیا کوئی کمی رہے گی؟ فرمایا کہ اس کے لئے کمی رہے گی جس کو اتنے میں حضوری نصیب نہ ہو، اور ملکۂ یادداشت حاصل نہ ہو۔

احقر نے عرض کیا کہ ملکۂ یادداشت کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے، جیسے کسی کے سر میں درد ہو تو وہ بات کرتا ہے، کھانا کھاتا ہے، لیکن درد کی طرف سے اس کا ذہن غافل نہیں ہوتا، اسی طرح اگر کسی کی یہ حالت ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی آن غافل نہ ہو، تو اس کو ملکۂ یادداشت حاصل ہوگیا۔

ایک شخص کو ایک بار قرآن شریف پڑھنے سے قرآن یاد ہوجاتا ہے، اس کے لئے وہی کافی ہے، اور اگر کسی کو بیس بار پڑھنے سے یاد ہوتا ہے تو اس کی صلاحیت کمزور ہے اس کو بیس ہی بار پڑھنا ہوگا، اس کو اس پہلے شخص کی نقل کرنا درست نہ ہوگا، کثرت ذکر کے بغیر دل میں گرمی پیدا نہیں ہوتی، دیکھو خود حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے پیر (حضرت

مولانا اسعد اللہ صاحب) کتنا ذکر کرتے تھے۔

فرمایا: ذکر سے اگر کسی کو تذکّر نصیب ہوجائے (یعنی ہر وقت اللہ کی یاد نصیب ہوجائے) تو بہت بڑی نعمت ہے۔

حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے سب ذکر **لا الہ الا اللہ** کی برکت ہی سے ملا ہے۔

احقر کے والد صاحب کا تذکرہ

احقر نے عرض کیا کہ حضرت والد صاحب پہلے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک شیخ سے بیعت تھے، جو کچھ بدعت کی طرف مائل تھے بعد میں ان سے علیحدہ ہوکر حضرت مولانا صدیق احمد صاحب سے بیعت ہوگئے، والد صاحب خود فرماتے ہیں کہ اب مجھے قلبی سکون اور اطمینان پہلے سے زیادہ ہے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ چونکہ اب سہولت ہوگئی ہوگی اس لئے اس طرح کہہ رہے ہوں گے، احقر نے عرض کیا کہ نہیں حضرت پہلے تہجد کی پابندی نہیں تھی، لیکن اب تو ماشاء اللہ تہجد کی پابندی کرتے ہیں، پھر ذکر کرتے ہیں، مناجات مقبول بھی پابندی سے پڑھتے ہیں، روزآنہ ایک پارہ تلاوت کا بھی معمول ہے، اس میں کبھی ناغہ نہیں ہوتا، حضرت نے فرمایا پھر تو یہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کی برکت ہے اور کچھ نہیں۔

مولانا صدیق احمد صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ سے گہری نسبت حاصل تھی

فرمایا: حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کو اللہ تعالیٰ سے بہت ہی گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے، ہتورا میں بجلی کم رہتی تھی، لیکن حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ تشریف لے گئے اور میں بھی چوبیس گھنٹے رہا تو برابر ہی بجلی رہی، یہ سب مولانا کی دعاؤں کی برکت ہے۔

مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے وقت میں برکت

فرمایا: ایک ہی وقت میں مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ اتنا کام کرلیتے ہیں کہ شاید ہی کوئی کرسکے، سال میں بندیل کھنڈ کے چار اجتماع کرکے جماعتیں بھی نکلواتے ہیں، مدرسہ الگ چلا رہے ہیں، مکاتب الگ کھولتے چلے جارہے ہیں، جلسوں میں وہ شریک ہوتے ہیں، خاندان اور برادری کی پنچایت کے مسائل وہ حل کراتے ہیں، خانقاہی کام بھی وہ کرتے ہیں، اور چپکے چپکے غیر مسلموں کو مسلمان بھی کرتے ہیں، کون سا دینی کام ہے جو وہ نہیں کرتے، یہ سب ان کے اخلاص اور ان کے سید ہونے کی برکت ہے، اللہ تعالیٰ جس سے چاہے کام لے لے، ان کا بدن معلوم ہوتا ہے لوہے کا ہے، کام کرتے کرتے تھکتے ہی نہیں۔

مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے والد صاحب کا ذکر خیر

فرمایا: جب میں حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ کے والد مرحوم کی قبر پر گیا، تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مولانا کے والد صاحب بھی بہت بڑے پائے کے بزرگ اور صاحب نسبت ہیں، چنانچہ میں نے حضرت سے کہا کہ حضرت! ان قبروں میں کچھ علامات لگادی جائے، لوگ مستفیض ہوسکیں، حضرت نے فرمایا میں بھی سوچ رہا تھا لیکن آگے چل کر بدعت نہ ہونے لگے، اس خوف سے نہیں کیا۔

حضرت مولانا علی میاںؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ذکر خیر

فرمایا: مولانا علی میاں صاحبؒ اس زمانہ کے سب سے بڑے مؤرخ ہیں، اپنے معاصرین سے فوقیت لے گئے۔

فرمایا: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی جتنی عمر ہوئی ہے اتنی عمر دوسرے مشائخ کی نہیں ہوئی، اور جتنی شہرت ومقبولیت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ہوئی ہے اپنے دیگر مشائخ میں اتنی کسی کی نہیں ہوئی۔

آدمی کو جس سے فیض پہنچتا ہے اُسی کے گن گاتا ہے

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا خوب ذکر خیر فرمارہے تھے، اور فرمایا کہ بس حضرت تو ہمیشہ یاد ہی آتے رہیں گے، احقر کو خیال ہوا کہ مجھے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے اتنی عقیدت ومحبت کیوں نہیں؟ حضرت والا نے فرمایا بھائی جس کو جہاں سے ملتا ہے وہ اسی کے گُن گاتا ہے، حضراتِ نقشبندیہ سلسلہ نقشبندیہ کے گن گایا کرتے ہیں، کیونکہ ان کو ان ہی کے واسطہ سے فیض پہنچا ہے، یہ تو فطری بات ہے۔

فرمایا اگر حضرت ناظم صاحبؒ (یعنی مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) کے برکات دیکھنا ہو تو تنہا مولانا صدیق احمد صاحبؒ کو دیکھ لو۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ بہت بڑے بزرگ اور اللہ کے ولی بھی تھے

فرمایا: علامہ انور شاہ کشمیریؒ بہت بڑے بزرگ بھی ہیں لیکن ان کی علمی شان کا تو خوب شہرہ ہوا، اور اس کی وجہ سے ان کی شانِ ولایت چھپ گئی، ایک مرتبہ نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے ایک رکعت ہونے والی تھی، ایک صاحب کو بڑا قلق ہوا اور انہوں نے کہا جلدی آیئے آپ نے فرمایا گھبرایئے نہیں میری جماعت نہیں چھوٹے گی، جماعت ختم ہوجانے کے بعد آپ نے اس طالبعلم سے جس نے امامت کی تھی پوچھا تم نے غسل بھی کیا تھا، ایسی ہی نماز پڑھادی؟ اس نے غور کیا تو اس کو یاد آیا کہ اس پر غسل واجب تھا، چنانچہ پھر دوبارہ جماعت ہوئی اور دوسرے لڑکے نے نماز پڑھائی۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی کرامت کا عجیب واقعہ

حضرت علامہ کشمیریؒ کا ایک واقعہ جو مجھ تک بالسند پہنچا، میں بالسند اس لئے کہہ رہا ہوں کہ لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا ہے، اور وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سفر میں کار سے تشریف لے جارہے

تھے، راستہ میں گاڑی کا پٹرول ختم ہوگیا، حضرت نے فرمایا ایک بالٹی پانی لاؤ اور آپ نے اس میں کچھ پڑھ کر دم کیا اور پھر فرمایا کہ اس کو ڈال دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور پھر گاڑی چلی۔

فائدہ: شریعت میں اس طرح کے خلاف عادت امور کو کرامت کہتے ہیں، اللہ کے نیک بندوں سے اس طرح کی کرامتوں کا ظہور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ہوجاتا ہے، خود بندے اپنی مرضی سے چاہیں تو نہیں کرسکتے، یعنی کرامت بزرگوں کے اختیار میں نہیں، سب کچھ اللہ ہی کی مرضی کے تابع ہے، اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا، یہ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کا ذکر خیر

فرمایا: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ سے اللہ تعالیٰ کتنا کام لے رہا ہے، تجوید کے مطابق قرآن پاک کی خدمت اور سنت کی ترویج ان کے ذریعہ کتنی ہورہی ہے، اس کا اندازہ اس سے لگانا چاہیئے کہ خود مولاناؒ کے قائم کردہ کتنے مکاتب ہیں، اور کتنی شاخیں ہیں، جو ہردوئی دعوۃ الحق سے ملحق ہیں، ان سب میں بیک وقت کتنے بچے قرآن پاک تجوید کے ساتھ پڑھتے ہیں، اسی طرح حیدرآباد، افریقہ، لندن وغیرہ میں مولانا کا حلقہ ہے، وہاں کتنے مدارس ومکاتب ایسے ہیں جو مولانا ابرار الحق صاحبؒ کی جدوجہد سے قائم ہوئے اور ہردوئی طرز پر تجوید کے مطابق اس میں تعلیم وتربیت ہوتی ہے، یہ سب مولانا ابرار الحق صاحبؒ کا ہی فیض ہے، ایک وقت میں اتنے مدارس اور مکاتب میں بچے اور ان کے اساتذہ قرآن پاک پڑھتے پڑھاتے ہیں، روزانہ صبح وشام ایک وقت میں کتنی نیکیاں مولانا کو ملتی ہوں گی۔

فائدہ: یہ ہمارے اکابر کے سوچنے کا انداز ہے کہ دوسروں کی اور اپنے معاصرین کی دینی خدمتوں اور قربانیوں کو سراہنا، قدر کرنا، ذکر خیر کرنا، ہمارے اکابر کا شیوہ رہا ہے، حالانکہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ سے بظاہر گہرہ تعلق نہ تھا، طبعی اور مزاجی

مناسبت بھی نہ تھی، بلکہ بعض باتوں میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا کے طرزِ عمل سے اختلاف بھی تھا، لیکن ان سب کے باوجود قلبی تعلق تھا، اوران کے دینی کاموں کی قدر بھی تھی، جب بھی تذکرہ فرماتے تو ذکر خیر ہی فرماتے، اللہ ہم سب کو اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

حضرتؒ کے شیخ مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کا ذکر خیر

فرمایا: حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحبؒ مجھ پر بہت ہی شفقت فرماتے تھے، میں نے اپنی اس بیماری میں کئی مرتبہ حضرت کو خواب میں دیکھا، ایک مرتبہ حضرت کی حیات میں مَیں بیمار پڑ گیا، حضرت کو اطلاع بھجوائی، حضرت نے فرمایا میں تم سے غافل نہیں ہوں، بس اس کے بعد فوراً پسینہ آیا اور بالکل ٹھیک ہوگیا (حضرت نے اللہ تعالیٰ سے صحت کی دعا کی ہوگی)

ایک مرتبہ مجھ کو ایک انجکشن ریکشن کرگیا سخت پریشانی تھی، حضرت کو اطلاع دی، حضرت نے فرمایا ''ارے کہیں کچھ نہیں''، بس اسی وقت بالکل ٹھیک ہوگیا، حالانکہ وہی انجکشن بعد میں لگا اور ریکشن کرگیا، مجھ کو بہت تکلیف برداشت کرنا پڑی، اور مستقل علاج کرنا پڑا۔

ایک مرتبہ رات میں دیر تک مطالعہ میں مشغول رہا، دیر میں سویا، رات کو پھر تہجد کے وقت آنکھ کھل گئی، میں نے سوچا جب آنکھ کھل گئی ہے تو نوافل ہی پڑھ لوں، نوافل کے بعد پھر نیند آئی، سوگیا، جب جماعت میں پانچ منٹ رہ گئے تھے تو حضرت کو خواب میں دیکھا فرمارہے ہیں، اٹھو یونس جماعت ہونے والی ہے۔

ایک مرتبہ میں مسبوق ہوگیا میری ایک یا دو رکعت چھوٹ گئی، حضرت نے پیچھے مڑ کر دیکھا، مجھ پر نظر پڑی، فرمایا بڑے اگر مسبوق ہوجائیں تو ان کو بھی تنبیہ ہونی چاہئے، یا اس طرح کا کوئی جملہ فرمایا، اس کے بعد سے تکبیرِ اولیٰ کا بہت اہتمام کرنے لگا۔

حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں پابندی سے حاضری

فرمایا: حضرت ناظم صاحبؒ کی خدمت میں مَیں روزآنہ پابندی سے حاضر ہوتا تھا، وفات کے بعد ایک روز خواب میں دیکھا کہ وہاں تو دوڑ دوڑ کر روزآنہ آتے تھے، اور یہاں میں پڑا ہوں کبھی نہیں آتے، پھر دوسرے ہی روز میں نے حاضری دی، بس آنکھوں سے دیکھ تو نہ رہا تھا ورنہ بس ایسا ہی تھا جیسا کہ بالکل آمنے سامنے ہوں۔

اس بیماری کے زمانہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خوب دیکھا، ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ ارواح کو واقعات کا علم ہوتا رہتا ہے اور متعلقین کے حالات بھی معلوم ہوتے رہتے ہیں، لیکن چونکہ روایاتِ صحیحہ سے اس کا ثبوت نہیں، اس لئے اس پر جزم نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مولانا وقار احمد صاحبؒ کا ذکر خیر

فرمایا: حضرت مولانا وقار صاحب (استاذِ مظاہر علوم سہارنپور) کو فن میراث میں بڑی مہارت ہے، اس فن میں وہ دوسروں سے بہت ممتاز ہیں، اور دوسرے لوگ بھی بڑی صلاحیت والے موجود ہیں، مگر اس فن میں جو ملکہ مولانا کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں ہے۔

فائدہ: حضرت مولانا وقار احمد صاحبؒ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے بڑے اساتذہ او رمنتظمین میں سے تھے، لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ان سے واسطہ اور سابقہ کم پڑتا تھا، طبعی مناسبت بالکل نہیں تھی، بلکہ ایک گونہ بُعد تھا، لیکن ان سب کے باوجود ان کے فضل وکمال کا اپنی مجلس میں اظہار فرمایا تاکہ لوگوں کو ان کی قدر ہو اور ان سے استفادہ کریں، الحمدللہ! احقر راقم الحروف نے بھی حضرت مولانا وقار احمد صاحبؒ سے سراجی پڑھی ہے، بلاشبہ وہ فن کے بڑے ماہر تھے، ان کے تلامذہ نے ان کی سراجی کی درسی تقریروں کو ضبط کرکے کتابی شکل میں شائع بھی کیا ہے، جو قابل استفادہ ہے۔

ذہول ونسیان کوئی عیب کی بات نہیں

بڑے بڑے اہلِ علم کو بھی ہوجاتا ہے

فرمایا: غلطی اچھے اچھوں سے ہوجاتی ہے ہر ایک کو ذہول ونسیان ہوسکتا ہے، ایک بہت بڑے مفتی صاحب نے فتویٰ لکھا اس وقت میری فراغت ہوئی تھی، میں نے دیکھنے کے بعد کہا کہ یہ تو غلط ہے، چنانچہ تحقیق کے بعد انہوں نے اس سے رجوع کیا، اسی طرح شامی کی ایک عبارت حل نہ ہورہی تھی، ایک بڑے مفتی صاحب پریشان تھے، کہنے لگے اس کا مطلب یہ ہے، میں نے کہا یہ نہیں یہ ہے، تحقیق کے بعد وہی ثابت ہوا جس کو میں کہہ رہا تھا، اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہر ایک کو ذہول ہوجاتا ہے۔

میں جب اصول الشاشی پڑھتا تھا تو "قَیِّدُ تُمُوْہُ" کو "قَیِّدَ تَمَوَّہُ" پڑھ رہا تھا، ایک بہت بڑے عالم مجھ سے پوچھ رہے تھے "قَدِیْدَارُ" کا کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وہ عبارت "قَدْ یُدَارُ" ہے، ایک جگہ طلباء "تَمِیْلُ" کو "یَمْتَلُّ" پڑھ رہے تھے۔

بچپن میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا علمی ودینی ذوق وشوق

فرمایا: بچپن میں مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا، جو کتاب مل جاتی اس کو پڑھنے لگتا، جمعہ کے دن سب سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتا، اور خطبہ پڑھا کرتا، اتفاق سے ایک مرتبہ کوئی جمعہ پڑھانے والا نہ تھا، بس میں تھا، اور اس وقت میری عمر صرف آٹھ یا نو برس کی ہوگی، سب دیہات کے لوگ تھے، مسئلے مسائل سے بالکل ناواقف، نانا مرحوم نے مجھے کھڑا کردیا میں نے تیزی سے خطبہ پڑھ دیا، اور دوسرے صاحب نے نماز پڑھادی، اور تو کوئی اتنا زیادہ خوش نہیں ہوا، لیکن نانی مرحومہ بہت زیادہ خوش ہوئیں، نانا مرحوم نے کہا بالکل صحیح پڑھا تھا، صرف ایک جگہ اٹکا تھا، قدرتی طور پر بچپن سے میرے اندر یہ بات تھی کہ عربی عبارت صحیح اور روانی سے پڑھ لیتا تھا۔

فائدہ: حضرت کا بچپنہ تھا اور لوگ بھی مسائل سے ناواقف تھے، ورنہ نابالغ کا خطبۂ جمعہ درست نہیں، کیونکہ وہ شرطِ صحتِ صلوٰۃ ہے۔

حق تعالیٰ کی خلقت اور اس کی قدرت کے کرشمے

فرمایا: آنکھ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے، بدن کی سب سے نازک اور قیمتی چیز آنکھ ہی ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی حفاظت کا کیسا انتظام فرمایا کہ آنکھ اندر کی جانب رکھی اور اس کی حفاظت کے لئے ایک تو پلکوں کو بنادیا اس کے بعد اس کے اوپر کی کھال اور اس کے بعد بھوں اور اس کے اوپر اور نیچے مضبوط قسم کی دو ہڈیاں بنادیں، اتنے چوکیدار ہمیشہ آنکھ کی حفاظت کرتے ہیں، اگر کوئی آنکھ پر حملہ کرے اولاً تو سب سے اوپر والا چوکیدار مانع بنتا ہے ورنہ اس کے بعد بھوں سے وہ شئی رک جاتی ہے، تم دیکھتے ہو کوئی چیز آتی ہے اور بھوں پر آکر رک جاتی ہے، اور بھوویں پھڑکنے لگتی ہیں۔

اسی طرح کان کا پردہ بہت لطیف ہے، بہت نازک ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے کان کو اس طرح بنایا کہ " وتدِ اُذن" یعنی کان کے اندرونی حصہ میں جلدی سے کوئی چیز داخل نہیں ہوسکتی، اسی طرح دماغ کو کتنی محفوظ جگہ رکھا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

اللہ ایسا مفتی نہ بنائے

فرمایا: آج کل بعض مفتیوں کا حال بہت خراب ہے، ایک شخص نے طلاق دے دی اور اس کے بعد پریشان تھا، ایک مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا صرف پانچ سو روپے دینا پڑیں گے، کام بن جائے گا، وہ صاحب تیار ہوگئے، مفتی صاحب نے حلت کا فتویٰ لکھ کردے دیا، یہ حال ہے، ابھی وہ مفتی صاحب شاید زندہ ہیں، اللہ کا ڈر وخوف نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔

افتاء کا معاملہ بہت نازک ہے

فرمایا: افتاء کا معاملہ بہت نازک ہے، مجھے شروع ہی سے بہت کم مناسبت ہے، ایک مرتبہ مجھ کو فتویٰ لکھنے کے لئے دیا گیا، میں نے دارالافتاء میں بیٹھ کر مشکوٰۃ شریف کھول کر حدیث سے فتویٰ دے دیا، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو فقہ سے زیادہ مناسبت تھی، اور مجھ کو حدیث سے زیادہ مناسبت ہے، اس کے بعد صوفیائے کرام سے۔

(جامع عرض کرتا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو فقہ سے مناسبت زیادہ تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت تھانویؒ سے تجدید دین اور اصلاحِ امت کا کام لینا تھا، اور عوام الناس کے اعمال واخلاق کی اصلاح کے لئے شرعی حدود سے واقفیت اور فقہ کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے، بلکہ عوام کی اصلاح ہی اسی پر موقوف ہے، اس وجہ سے حضرت تھانویؒ کو فقہ سے مناسبت زیادہ تھی، برخلاف حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ہر ایک کے کام کرنے کا اپنا علٰحدہ علٰحدہ میدان اور الگ الگ مقام ہے۔

صاحب البحر الرائق اور علامہ ابن الہمامؒ کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت شیخؒ کی رائے

فرمایا: میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا بہت معتقد ہوں، لیکن علامہ نے فرمایا کہ علامہ ابن نجیمؒ کا درجہ ابن الہمامؒ سے بڑھا ہوا ہے، صاحب بحر کو فقیہ النفس بھی بتلا دیا، لیکن یہ بات میرے حلق کے نیچے نہیں اتری، فقط زبان ہی میں رہتی ہے، ابن الہمامؒ کی نظر حدیث شریف میں دوسرے فقہاء سے بہت اچھی ہے، اس لئے میری نظر میں ابن الہمامؒ ابن نجیمؒ سے بہت بڑھے ہوئے ہیں، اور ابن الہمامؒ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں صاحب ہدایہ اور صاحب قدوری، علامہ ابن الہمام تو بہت بعد کے ہیں۔

علامہ شامیؒ کی بعض تحقیقات پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا نقد

فرمایا: علامہ شامیؒ نے مزارات میں پھول چڑھانے کو جائز کہہ دیا، اور خانۂ کعبہ کو ایک بزرگ کے لئے چلے جانے کو ظاہر پر محمول کرلیا کہ خانۂ کعبہ خود بزرگ کے پاس چلا گیا تھا، حالانکہ یہ ظاہر پر محمول نہیں ہے، مجھے اس پر حاشیہ لگانا پڑا، بھلا اگر ایسی بات ہوتی تو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کے لئے کیوں نہیں چلا گیا تھا، حضور ﷺ سے بڑا کون بزرگ ہوگا، اصل میں خانۂ کعبہ کی ایک تجلی ظاہر ہوئی تھی جس کو لوگ سمجھتے نہیں، ہم بھی نہیں جانتے، کتابوں میں دیکھا ہے، بس اُسی تجلی کو علامہ شامیؒ نے ظاہر پر محمول کرلیا، اسی وجہ سے متأخرین کی تخریجات ہمارے یہاں زیادہ معتبر نہیں، میں تو ان کتابوں پر زیادہ نظر نہیں کرتا بلکہ سیدھے مبسوط سرخسی ہی دیکھتا ہوں، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے یہاں بھی متأخرین فقہاء کی تخریجات حجت نہیں تھیں، یہ مطلب بھی نہیں کہ ان کی ساری تخریجات غلط ہوں، بعض مقامات میں چوک ہوگئی ہے۔

فائدہ: احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ علامہ شامیؒ نے قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کو ایک حدیث پاک پر قیاس کیا ہے، جس میں قبر پر جریدہ (شاخ) کے گاڑنے کا ذکر ہے، حدیث پاک مشہور ومعروف ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے علامہ شامیؒ نے قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کو جائز قرار دے دیا، علامہ شامیؒ کی عبارت درج ذیل ہے:

ودلیله ما ورد فی الحدیث من وضعه علیه الصلوٰة والسلام الجریدة الخضراء بعد شقها نصفین علی القبر الذین یعذبان، وتعلیله بالتخفیف عنهما ما لم ییبسا.....ویؤخذ من ذلک ومن الحدیث ندب وضع ذلک للاتباع ویقاس علیه ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوه.

(ردالمحتار شامی ص ۶۶۸، ج۱، مطبوعہ پاکستان، کتاب الجنائز، مطلب فی وضع الجرید علی القبر)

لیکن ہمارے اکابر علماء نے علامہ شامیؒ کے اس قیاس کو قبول نہیں کیا، کیونکہ مزارات پر جولوگ پھول وغیرہ ڈالتے ہیں ان کا مقصد صاحب مزار کی تکریم و تعظیم اور ان کو خوش کرنا ہوتا ہے نہ یہ کہ اس کی تسبیح سے صاحب قبر کے عذاب میں تخفیف ہوجائے، فسادِ عقیدہ کی وجہ سے ہمارے اکابر علماء ہند نے بھی اس قیاس کو قبول نہیں کیا، علامہ شامیؒ کے اسی قیاس پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقد فرمایا ہے۔

رہ گیا دوسرا مسئلہ اس کا تعلق ثبوتِ نسب سے ہے کہ نکاح کے بعد شوہر بظاہر بیوی سے بالکل علیحدہ اور دور رہا اور عورت کے بطن سے مدت کے اندر بچہ پیدا ہوجائے تو اس کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوتا ہے، جبکہ وہ اس کا انکار نہ کرے، کیونکہ کرامت کے طور پر بھی شوہر کا بیوی کے پاس پہنچ جانا ممکن ہے، اور ثبوتِ نسب کے باب میں شریعت نے محض امکانِ بعید کو بھی کافی سمجھا ہے جبکہ شوہر کی طرف سے انکار نہ ہو، اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے علامہ شامیؒ نے اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک نقل فرمایا ہے کہ کرامت کے طور پر تو یہ بھی ممکن ہے کہ خانۂ کعبہ کسی اللہ کے نیک بندے کی زیارت کے لئے چلا جائے، اور کسی بزرگ کو یہ حالت مکشوف ہو، اور دوسروں پر یہ بات ظاہر نہ ہو، اللہ کی قدرت سے سب ممکن ہے، اسی کو علامہ شامیؒ نے کرامات الاولیاء میں شمار کیا ہے، جس پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کلام فرمایا ہے، علامہ شامیؒ کی عبارت درج ذیل ہے:

كتزوج المغربي بمشرقيه بينهما سنة فولدت لسة اشهر مذتزوجها لتصوره كرامة او استخداماً،قال الشامي والانصاف ما ذكره الإمام النسف حين سئل عما يحكى ان الكعبة كانت تزور واحد ا من الأولياء هل يجوز القول به؟ فقال نقض العادة على سبيل الكرامة لأهل الولاية جائز عند أهل السنة.وعبارة النسفى فى عقائده وكرامات الأولياء حقٌ الخ

(ردالمحتار شامی ص ۶۸۴، ج ۲، مطبوعہ پاکستان، باب ثبوت النسب، مطلب فی ثبوت کرامات الاولیاء)

40

قاضی عیاض مالکی کا تذکرہ

فرمایا: بہت سے شرّاحِ حدیث تو اِدھر اُدھر سے نقل کرتے ہیں، لیکن یہ بڑھا بڑا زبردست ہے، بس لکھے چلا جاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ علم اندر سے اُبل رہا ہے، علم کا دریا بہہ رہا ہے، عجیب شان ہے، احقر نے عرض کیا کون؟ فرمایا: قاضی عیاض۔

شارح منیۃ المصلی کا ذکر

فرمایا: شارح منیۃ المصلی دو ہیں، ایک تو ابن امیر الحاج الحلبی، دوسرے برہان ابراہیم الحلبی، اور دونوں ابن الہمام کے شاگرد ہیں، اور دونوں بہت زوردار ہیں۔

حضرت ملا علی قاریؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا تذکرہ

فرمایا: حضرت ملا علی قاریؒ کو اللہ تعالیٰ نے کتنی مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ مشکوٰۃ شریف کی شرح بہت سے لوگوں نے لکھی ہے لیکن جو مقام مرقاۃ کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں، اور جتنا فائدہ لوگ مرقاۃ سے اٹھاتے ہیں دوسری شروحات سے نہیں، اسی طرح ملا علی قاریؒ کی شمائل ترمذی کی شرح ''جمع الوسائل'' بہت عمدہ ہے، اس کا کوئی بدل نہیں، ان کی شرح نخبہ کا بھی یہی حال ہے، سب جگہ ملا علی قاری ملا علی قاری ہی ہیں، انہی کی کتابوں سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں یہ ان کے خلوص کی برکت ہے، وقایہ کی شرح ملا علی قاریؒ نے لکھی ہے ''شرح نقایہ'' وہ بھی بہت اچھی شرح ہے، سارے مسائل کو حدیثوں سے ثابت کیا ہے، میرا بس چلے تو ''شرح وقایہ'' کو نصاب سے خارج کر کے ''شرح نقایہ'' کو داخل کردوں۔

اسی طرح حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو دیکھئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تفسیر ''معارف القرآن'' کو کتنی مقبولیت عطا فرمائی ہے، ''معارف القرآن'' اور بھی لوگوں نے لکھی ہے، تفسیر کی اور بھی بہت سے کتابیں ہیں، لیکن جو مقبولیت حضرت مفتی صاحب کی ''معارف القرآن'' کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں، یہ صرف حضرت مفتی صاحبؒ کے خلوص کی برکت ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا تذکرہ

فرمایا: ایک بہت بڑے عالم کے بیٹے جو خود بھی بہت بڑے عالم ہیں ان کے متعلق تصویر کی بابت مجھے عجیب بات معلوم ہوئی ہے کہ انہوں نے مشینی تصویروں یعنی کیمرہ سے حاصل کی جانے والی تصویر کو جائز کہہ دیا، مجھے تو بڑا تعجب ہوا۔

مجلس برخاست ہونے کے بعد حضرت والا نے تنہائی میں احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے بیٹے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب جو بڑے صاحب علم ہیں ان کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے کیمرہ والی تصویروں کو جائز لکھا ہے، تم ذرا تحقیق کرنا اور ان کو خط لکھنا، اتنے بڑے عالم کیسے ان سے یہ چوک ہوگئی؟

فائدہ: احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق احقر نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی اس موضوع کے متعلق جتنی تحریرات تھیں سب کا بغور مطالعہ کیا، درس ترمذی میں بھی اور ''عدالتی فیصلوں'' نامی کتاب میں بھی اس موضوع سے متعلق مولانا کا نہایت ہی اہم قیمتی مقالہ موجود ہے، جس میں تفصیلی دلائل سے بحث کی گئی ہے، احقر نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے جو مضامین دیکھے ان سے تو واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے کپڑوں میں بنی ہوئی یا کاغذ میں چھپی ہوئی یا کیمرہ سے حاصل کی گئی جملہ تصاویر کو شرعاً ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے، البتہ آج کل کے جدید آلات وذرائع ابلاغ میں جو تصاویر نمودار ہوتی ہیں، مثلاً موبائل میں یا سی ڈی وغیرہ کے ذریعہ دیکھی جانے والی تصاویر اسی طرح براہِ راست نشر کئے جانے والے پروگرام (ٹیلی کاسٹ) کے ذریعہ جو تصاویر سامنے آتی ہیں ان کے متعلق علمائے ہند وپاکستان کی دلائل کی روشنی میں دونوں قسم کی آراء ہیں، ایک بڑی جماعت اس کے جواز کی قائل ہے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی بھی یہی رائے ہے، اس

کے متعلق کسی نے حضرت سے نقل کر دیا کہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کیمرہ کی تصویروں کو جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے، بلکہ عدم جواز کے جتنے دلائل عدالتی فیصلہ نامی کتاب میں احقر نے دیکھے، شاید دوسروں نے نہیں لکھے، البتہ موبائل میں نمودار ہونے والی تصاویر کو تصویر کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ حقیقۃً اس میں تصاویر کا وجود نہیں ہوتا، بلکہ یہ اس آلہ کا کمال ہے کہ ادنیٰ تغیر سے اس میں مطلوبہ تصاویر نمودار ہوجاتی ہیں، ورنہ خود اس میں جو شعائیں محفوظ ہیں، جن سے تصویر بروقت ظاہر ہوجاتی ہے، ان شعاؤں کو شرعی اور فقہی نقطۂ نظر سے تصویر کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

الغرض حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو اس سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں خط لکھنے کا حکم فرمایا تھا، لیکن اس سلسلہ میں احقر نے مسئلہ سے متعلق جو مختلف مضامین اور کتابیں دیکھیں اس سے اندازہ ہوا کہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح اطلاع نہ ہونے کی بنا پر غلط فہمی ہوگئی تھی، لیکن اس سلسلہ میں دوبارہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کرنے کا احقر کو موقع نہیں مل سکا، جس میں پوری تفصیل حضرت کے سامنے عرض کرتا، واللہ اعلم۔

بعض کتب فتاویٰ کا ذکر

فرمایا: فتاویٰ قدیمہ کو فتاویٰ حدیثہ پر ترجیح ہے، مثلاً فتاویٰ سراجیہ، خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ، اور فتاویٰ مہدویہ کا اعتبار نہیں، لیکن بعض باتیں اس کی بھی معتبر ہیں، جس مسئلہ کی تصریح کہیں نہ ہو، اور وہ تصریح اس میں مل جائے تو معتبر ہے۔

قاضی خاں اور صاحب ہدایہ وغیرہ کا ذکر

فرمایا: قاضی خاں اور صاحب ہدایہ کو بعض لوگوں نے ہم پلہ کہہ دیا ہے، صاحب ہدایہ کو اللہ تعالیٰ نے عجیب مقبولیت عطا فرمائی ہے، کتنے خلوص سے ہدایہ لکھی ہے، جب سے ہدایہ لکھی گئی ہے لاکھوں بار پڑھی جاچکی۔

شرح وقایہ اور شرح نقایہ کا ذکر

فرمایا: شرح وقایہ میں ہزاروں مسامحات نکالے جاتے ہیں، لیکن ہدایہ کے اندر کچھ نہیں، میرا بس چلے تو شرح وقایہ کو نصاب سے نکال کر شرح نقایہ (ملا علی قاریؒ کی) داخل کردوں، شرح نقایہ کے اندر احادیث اور ٹھوس دلائل موجود ہیں، لیکن لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ جو چیز چلی آرہی ہے تو چلی آرہی ہے، اسی کو گھسے چلے جائیں گے، اور اسی پر اڑے رہیں گے، یہ نہیں دیکھتے کہ ایسا کس وجہ سے کیا گیا تھا، اور اب ایسا کیوں کہا جارہا ہے۔

”البریقہ شرح الطریقہ“ کتاب کیسی ہے؟

احقر نے استفسار کیا کہ ”البریقہ شرح الطریقہ“ ابوسعید الخادمی القونوی کی کتاب کیسی ہے؟ فرمایا: اصل کتاب ”الطریقة المحمدیة“ ہے، اس کی شرح کی ابوسعید نے کی ہے، ان کا نام فقہاء میں آتا ہے، بس کچھ مائل ہیں (یعنی بدعت کی طرف واللہ اعلم)

علامہ شاطبیؒ کی الاعتصام کتاب کیسی ہے؟

فرمایا: علامہ شاطبیؒ کی کتاب الاعتصام سنت وبدعت کے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے، بعض جگہ کچھ شدت سے کام لیا ہے، ورنہ اپنے موضوع پر بہت اچھی کتاب ہے۔

دلّی اور لکھنؤ کی زبان اور بلاغت کا ذکر

فرمایا: دلی اور لکھنؤ کی زبان میں بہت فرق ہے، دلی میں اب زبان نہیں رہی، البتہ لکھنؤ میں ابھی زبان باقی ہے، اس طرف بولتے ہیں: ”دہی کھٹا ہے“ اور لکھنؤ اور اس کے اطراف میں بولتے ہیں: ”دہی کھٹی ہے“ لکھنؤ کی بھنگن بھی باادب اور فصیح اللسان ہوتی ہے، ایک صاحب لکھنؤ میں گئے تھے، ان کی بیگم صاحبہ نے بھنگن سے کہا: ”صبح ہی آجائیو!“ بھنگن نے کہا: ”بیگم صاحبہ میں علی الصباح ہی حاضر ہوجاؤں گی“

اللہ پر بھروسہ اور توکل کی برکت

فرمایا: اللہ کے بھروسہ جس چیز کو چھوڑ دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے، ہمارے ایک دوست تھے، وہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد گئے، ان کا پاجامہ ناپاک تھا، اور مسجد میں ناپاک کپڑا لے جانا ممنوع ہے، لہٰذا پاجامہ کہاں رکھتے، انہوں نے اُتار کر باہر ہی رکھ دیا، اور اطمینان سے نماز پڑھ لی، کسی نے چھوا بھی نہیں۔

حج عاشقوں کی عبادت ہے

فرمایا: حج بڑے مزہ کی عبادت ہے، عشاق کی عبادت ہے، اس عبادت کی ادائیگی میں بڑی مشقتیں تھیں، اب تو کافی سہولتیں ہوگئیں ہیں، لیکن پھر بھی پریشانیاں ہوتی ہیں، ایک زمانہ میں بہت سے حجاج صرف گرمی اور لو کی وجہ سے مر گئے تھے، اور یہی منشاء ہے کہ وہاں خاص انداز سے سر کے اوپر رومال ڈالتے ہیں تاکہ گُدّی اور کندھا لو سے محفوظ رہے۔

میاں موسیٰ جی گجراتی کا ذکر خیر

فرمایا: میاں موسیٰ جی ترکیسری گجراتی بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے معاصرین میں سے ہیں، ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑی روحانیت والے تھے، فرماتے تھے کہ صرف ۲۲/دن میں انسان ولی ہوجاتا ہے، بہت ہی بڑے بزرگ تھے۔

ان کے مرید نے ایک مرتبہ اُن سے عرض کیا حضرت تہجد میں آنکھ نہیں کھلتی، اُس کے بعد مرید نے چندروز کے بعد دیکھا کہ تہجد کے وقت کسی نے اُن کو جگا دیا اور پانی کا چھینٹا ڈالا، آنکھ کھلنے پر دیکھا اوپر چھینٹیں پڑی ہیں، بڑے پریشان ہوئے، کس نے ڈالی؟ دروازہ دیکھا، زنجیر دیکھی، وہ بھی بندھی، اُس کے بعد اپنے شیخ سے عرض کیا، شیخ نے فرمایا، میں نے تم

کو جگایا تھا،تم جگے نہیں،اس کے بعد پھر ہم نے جگایا اور حوض سے پانی چھڑک دیا،اور حضرت کے مقام سے تقریباً تیس میل کا فاصلہ تھا، جہاں مرید کا قیام تھا،لیکن اُن کی ذات سے زیادہ فیض نہیں ہوا،اور سلسلہ منقطع ہوگیا،اب تو ہر جگہ سلسلہ چشتیہ صابریہ ہی چھایا ہوا ہے، جہاں دیکھو سب جگہ یہی نظر آتے ہیں اور ہر جگہ انہی کا فیض ہے،حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ الحمدللہ! یہ سلسلہ سارے عالم میں چمکے گا،اُس وقت تو حضرت نے کشف سے فرمایا ہوگا لیکن اب تو مشاہدہ ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا ملفوظ میں حضرت میاں جی صاحب کے رات میں جگانے کا جو قصہ مذکور ہے یہ بطور کرامت کے تھا،اہل سنت والجماعت کے نزدیک اولیاء سے کرامت کا صدور حق ہے،اس لئے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں،لیکن کرامت کسی بزرگ کے اختیار میں نہیں ہوتی کہ وہ جب چاہیں اس کا صدور ہو جائے، بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس وقت صدور ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر بزرگوں کے چاہنے اور کوشش سے بھی کچھ نہیں ہوسکتا۔(مرتب)

شادی میں لڑکی والوں کو دعوت کرنا

سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

احقر راقم الحروف نے حضرت سے عرض کیا کہ شادی میں لڑکی والوں کی جانب سے دعوت ہوتی ہے، حدیث پاک سے اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ شدت سے منع فرماتے ہیں، جبکہ مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کرکے کچھ لوگ اس کے جواز پر استدلال کرتے ہیں، کیا واقعی اس کی کوئی اصل ہے؟

فرمایا: ہاں مصنف عبدالرزاق کی پانچویں جلد میں وہ حدیث شریف موجود ہے، دیوبند والے اور حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ اس کو دلیل میں پیش کرتے ہیں لیکن وہ حدیث غلط ہے، موضوع ہے، اس سے استدلال کرنا درست نہیں، احقر نے عرض کیا کہ موضوع

ہے؟ فرمایا: کیا ہزار بار کہلواؤ گے، کہہ دیا کہ موضوع ہے، اُس سے استدلال درست نہیں۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور حضرت اقدس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بالمشافہ گفتگو بھی ہوئی تھی، احقر اُس وقت حاضر تھا، حدیث پاک کی سند میں جو ضعف ہے، جس کی وجہ سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موضوع قرار دیا، حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کے سامنے اس کو تفصیل سے بیان کیا، بالآخر حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ نے اُس کو تسلیم کیا، اور اپنے اُس فتویٰ سے رجوع بھی فرمالیا، جس میں شادی کے موقع پر لڑکی والوں کے یہاں دعوت کرنے کو حدیث سے ثابت فرمایا تھا اور حضرت مفتی صاحب نے اُس رجوع کو ایک رسالہ میں شائع بھی فرمایا، حضرت مفتی صاحب کا رجوع نامہ درج ذیل ہے:

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرم ومحترم مفتی حبیب اللہ صاحب زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مؤقر جریدہ ''ریاض الجنۃ'' دو ماہی جلد دوم شمارہ ایک محرم وصفر ۱۴۰۶ھ مطالعہ کیا جس میں صفحہ ۱۷ر پر لڑکی کی شادی کے موقع پر دعوت کا تذکرہ ہے جو کہ آپ نے پیام سنت کانپور سے نقل کیا ہے اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ:

''میرے ایک محترم فاضل محسن حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری مدظلہ (شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) نے مجھے متنبہ کیا (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) کہ اس سلسلہ کی جو روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے اس پر سخت جرح کی گئی ہے میں نے مصنَّف عبدالرزاق تلاش کرکے دیکھا تو اس کے حاشیہ پر محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی ادام اللہ بنفع علومہ وبرکاتہ نے ابن حجر سے ایسی جرح نقل فرمائی ہے کہ جس سے وہ روایت قابل احتجاج نہ رہی اس لئے میں اپنی اس تحریر سے جس

میں بحوالہ ''مصنف عبدالرزاق'' لڑکی کی تقریب نکاح کے وقت دعوت کا ذکر ہے اور حضور اکرم ﷺ سے حضرت فاطمہ کی تقریبِ نکاح میں دعوت کرنا منقول ہے، میں اس سے رجوع کرتا ہوں بلکہ اعلان کرتا ہوں آپ اس کو ''ریاض الجنۃ'' میں شائع فرمادیں تاکہ ناظرین غلطی میں مبتلا نہ ہوں، **اسغفر اللہ العلی العظیم**.

العبد محمود غفرلہ

مسجد چھتہ دارالعلوم دیوبند

بتاریخ: ۷؍جمادی الثانیہ ۱۴۵۰ھ

مطابق ۲۷؍فروری ۱۹۸۶ء

شادی میں بارات لے جانا کیسا ہے؟

احقر نے حضرت سے عرض کیا، شادیوں میں دولہا کے ساتھ بارات جاتی ہے اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ فرمایا: مباح ہے، التزام درست نہیں۔

فائدہ: احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے مفاسد کثیرہ کی وجہ سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو اسلامی شادی ص ۲۶۴ تا ۲۷۰، www.alislahonline.com)

ولیمہ کی دعوتوں میں عورتوں کی شرکت

احقر نے عرض کیا کہ فقہائے احناف ولیمہ کی دعوتوں میں عورتوں کی شرکت کو سختی سے منع کرتے ہیں، فرمایا کون؟ احقر نے عرض کیا علامہ شامیؒ نے ''ردالمحتار'' میں اور علامہ ابن ہمامؒ نے ''فتح القدیر'' میں اس کو منع کیا ہے اور ''البریقۃ شرح الطریقۃ'' میں بھی منع لکھا ہے، اور یہاں تک لکھا ہے کہ اگر شوہر عورتوں کو دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی اجازت دے دے تو وہ بھی گنہگار رہوگا، علامہ شامیؒ اور علامہ ابن ہمامؒ کی عبارت درج ذیل ہے:

44

فی الدر المختار ويمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة وإن أذن كانا عاصيين كما مرّ في باب المهر، وفي رد المحتار قوله "والوليمة" ظاهره ولو كانت عند المحارم لأنها تشتمل على جمع فلا تخلو من الفساد عادة. (شامی ص ۲۲۷، ج ۲ قبیل مطلب فی منع النساء من الحمام)

حضرت نے ارشاد فرمایا: حدیث شریف سے تو حضرت عائشہؓ کی دعوت میں شرکت ثابت ہے، احقر نے عرض کیا دعوت ولیمہ میں؟ فرمایا کہ عام ہے اس میں سب ہی دعوتیں آگئیں، احقر نے عرض کیا کہ یہ حدیث شریف حضرت تھانویؒ نے بھی ''**التشرف بمعرفة احاديث التصوف**'' میں دوسرے سیاق میں نقل فرمائی ہے، اور بعد میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا دعوت میں شریک ہونے کا واقعہ پردہ کے حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کی کیا دلیل ہے؟ احقر نے عرض کیا حضرت تھانویؒ نے اس کی کوئی دلیل نہیں لکھی، فرمایا: عجیب بات ہے کہ ممانعت کی کوئی صریح دلیل نہیں پھر اس میں اتنی شدت کیوں، جبکہ جواز کی دلیل موجود ہے اور اس میں بغیر کسی دلیل کے تاویل کی جارہی ہے، یہ حضرت تھانویؒ کی رائے ہے، بھائی غلطی سے کوئی محفوظ نہیں۔

حضرت نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ ممانعت اُس وقت ہوگی جب بے پردگی وغیرہ ہو، میں اس عبارت کا محمل یہی سمجھتا ہوں کہ علی الاطلاق ممانعت نہیں، بلکہ اس میں جب دیگر مفاسد مثلاً بے پردگی ہو، مردوں عورتوں کا مخلوط اجتماع ہو اس وقت ممنوع اور ناجائز ہوگا، ورنہ فی نفسہ جائز ہوگا۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے بھی مفاسد اور منکرات ہی کی وجہ سے دعوت میں عورتوں کی شرکت کو ممنوع قرار دیا ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت تھانویؒ کے افادات پر مشتمل احقر کی ترتیب دی ہوئی کتاب اسلامی شادی www.alislahonline.com)

45

شادی کے موقع پر دف (ڈھپلی) بجانے کا حکم

فرمایا: شرّ ا احقر نے عرض کیا کہ شادی کے موقع پر دف بجانے کے متعلق فقہائے احناف کے یہاں بھی جواز سمجھ میں آتا ہے، فقہاء نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

رِح حدیث بھی تو یہی کہتے ہیں، لیکن اُس سے مراد وہ دف ہے جو جلاجل کے بغیر ہو (یعنی اس میں کنگورے وغیرہ نہ ہوں جس کے بجنے سے آواز ہوتی ہے) یہاں (سہارن پور کے علاقے میں) تو اب تک بعض مقامات میں دف بجتا رہا، لیکن اب بند ہو گیا، لیکن ہمارے یہاں کے مفتیانِ کرام اس کو صحیح نہیں سمجھتے۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جو مفتیانِ کرام منع کرتے ہیں وہ اس وجہ سے کہ اس میں حدود وقیود کی رعایت نہیں کی جاتی، اس لئے سدّ الًلباب اس کو منع فرماتے ہیں، واللہ اعلم۔

حتیٰ الامکان شادی خاندان اور برادری ہی میں کرنا چاہئے

احقر فجر کی نماز کے بعد حضرت کے سر میں تیل لگا رہا تھا، اور اس وقت مجلس میں گفتگو اس پر ہو رہی تھی کہ دوسرے خاندان میں شادی کرنا چاہئے یا نہیں؟ اس پر حضرت نے فرمایا: میں اس معاملہ میں ذرا کچھ تشدد سے کام لیتا ہوں (یعنی سختی سے منع کرتا ہوں) اگر غیر برادری اور غیر خاندان میں شادی ہوتی ہے تو عموماً اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ بعض خاندانوں میں فطری طور پر شرافت ہوتی ہے، وہ جب دوسرے خاندان میں جاتی ہے تو وہاں کا ماحول اور طرزِ معاشرت بالکل بدلا ہوا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے نباہ مشکل سے ہوتا ہے۔

شادی اپنی برادری اور اپنی قوم ہی میں کرنا چاہئے

فرمایا: میرے نزدیک تو شادی اپنی برادری اور اپنی ہی قوم میں کرنا چاہئے، مصلحت اسی میں ہے، احقر نے عرض کیا کہ ہمارے علاقہ میں تحریک چل رہی ہے کہ ایک برادری دوسری

برادری میں شادی کیا کرے، اور یہ تفریق ختم کی جائے، فرمایا وہی لوگ ہوں گے جو مساوات کا دم بھرتے ہیں، احقر نے عرض کیا چونکہ ہندوؤں میں بھی اس قسم کی تحریک چل رہی ہے، اس لئے مسلمانوں کو بھی اس کا خیال ہوا، فرمایا ہرگز نہیں ہونا چاہئے، اور ہندوؤں میں بھی نہیں ہوسکتا، سر پھٹوّل ہو جائے گی، بہت نازک مسئلہ ہے، بڑا اختلاف وانتشار پیدا ہوگا، مصلحت یہی ہے کہ اپنی برادری اور قوم میں شادی کی جائے۔

فرمایا: ایک جگہ ایک گھر میں شادی ہوئی، لڑکی نہایت لطیف المزاج اور خاموش طبع تھی، جیسا کے شرفاء کا مزاج ہوتا ہے، لیکن لڑکے کے گھر والوں کی شرافت دوسرے انداز کی تھی، انہوں نے لڑکی کی شرافت کو اس بات پر محمول کیا کہ وہ ہر وقت ناراض رہتی ہے، غصہ میں رہتی ہے وغیرہ وغیرہ، حالانکہ ایسی بات نہیں تھی، میں نے اس کے بھائی کو دیکھا ہے، نہایت ہی شریف ہیں، پورا گھرانہ ہی ایسا ہے، میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر ایک ہی برادری کے لوگ ہوں اور ایک ایک علاقہ کا اور دوسرا دوسرے علاقہ کا، تو بھی نہیں کرنا چاہئے، مثلاً ہمارے یہاں کے (جونپور کے) جولاہے ان کو اس طرف (سہارنپور) کے جولاہوں سے شادی نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ دونوں کے طرزِ معاشرت میں بہت فرق ہے، نباہ مشکل سے ہوگا۔

عشق کی وجہ سے شادی کرنے کا انجام

ایک صاحب کی لڑکی کالج میں پڑھتی تھی، سادات میں سے تھی، کالج کی بدولت ایک نائی سے آشنائی ہوگئی، اور پھر اُسی سے شادی بھی ہوگئی، لیکن ایک ہی سال کے بعد طلاق ہوگئی، باپ تو غم کی وجہ سے مر گیا، لڑکی بیٹھی رہ گئی، یہ انجام ہوتا ہے عشق کی وجہ سے شادی کرنے کا، اور یہ نتیجہ ہوتا ہے غیر خاندان میں شادی کرنے کا۔

کفاءت میں خاندان اور برادری کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

احقر نے عرض کیا کی کتب فقہ شرح وقایہ وغیرہ میں لکھا ہوا کہ اہل عجم نے اپنے انساب

کو ضائع کر دیا، اس لئے کفو میں نسب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، البتہ صرف بعض خاندان سادات وغیرہ کے ایسے ہیں، جن کا نسب صحیح طور پر محفوظ ہے، وہ اس سے مستثنٰی ہوں گے، فرمایا کہ تم اسی کو کہہ رہے ہوگے، جو ہدایہ میں مذکور ہے، **لأن العجم ضيّعوا أنسابهم**، لیکن میرے نزدیک ہندوستان میں ایسی بات نہیں، ترکستان وغیرہ میں تو ایسی بات ہے کہ وہاں صرف اسلام ہی اسلام دیکھتے ہیں، اور قوم وبرادری کچھ نہیں دیکھتے، جو مسلمان ہیں وہ سب برابر ہیں، اور صاحب ہدایہ وغیرہ نے انہی علاقوں کو سامنے رکھ کر یہ بات لکھی ہے، ورنہ ہندوستان والوں نے اپنے نسب کو ضائع نہیں کیا ہے، ان کے نسب سب محفوظ ہیں، بس فرق اتنا ہوا کہ پہلے ہندو تھے، پھر مسلمان ہو گئے، لیکن سب کے نسب محفوظ ہیں، جو پہلے راجپوت تھے وہ مسلمان ہو کر پٹھان ہو گئے، وہٰکذا ہمارے یہاں بعض علاقے ایسے ہیں جو پورے کے پورے مسلمان ہو گئے تھے، اور ان کے نسب بھی محفوظ ہیں، مولانا عبدالحکیم صاحب بنسی تھے، ان کا نسب محفوظ ہے۔

اور اسلام سے پہلے جس کا جو نسب تھا جس کی وجہ سے وہ بڑی یا چھوٹی قوم میں سمجھتے جاتے تھے، اسلام لانے کے بعد بھی وہی چھٹائی اور بڑائی رہے گی، پٹھان قوم دوسری قوموں کے مقابلہ میں اونچی سمجھی جائے گی، احقر نے عرض کیا لیکن کتب فقہ میں اس طرح کی کہیں تفصیل نہیں لکھی، فرمایا کہ میں اس کا کیا کروں، کسی کا ذہن کسی طرف پہنچا، اور کسی کا نہیں پہنچا، کتب فقہ میں تو یہ ہوتا ہے کہ ایک بات ایک فقیہ نے لکھ دی اور اوپر سے نقل ہوتی چلی آرہی ہے، تو بس اب سب اسی کو نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔

احقر نے عرض کیا کہ ہندوستان میں بہت سے فقہاء گزرے ہیں، وہ تو کم از کم اس کو ذکر کرتے، حضرت مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں اس مسئلہ کے متعلق تفصیلی کلام فرمایا ہے، حضرت نے فرمایا وہ بھی صاحب ہدایہ کے ارد گرد گھومے ہوں گے، اور کیا کلام کیا ہوگا، احقر نے عرض کیا کہ حضرت اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ گیا، لیکن دوسروں کو

46

سمجھانے اور بتلانے کے لئے اس کی دلیل کیا ہوگی، فرمایا کہ اس کی دلیل کیا؟ خود مشاہدہ ہے ''دلیل آفتاب آمد آفتاب'' اب اس کے بعد کسی دلیل کی حاجت ہی باقی نہیں رہتی۔

اور اصل بات یہ ہے کہ یہ چھٹائی بڑائی عرف ورواج کے اعتبار سے سمجھی جاتی ہے، اور بعض قومیں اور برادری کے لوگ عرف میں دوسری بعض قوموں سے اونچے سمجھے جاتے ہیں، اس حد تک شریعت نے بھی بیاہ شادی میں اس عرف کا اعتبار کیا ہے تاکہ نباہ آسان ہو اور نکاح کے مقاصد پورے طور پر حاصل ہوں، اس لئے اس کی رعایت کرنا ضروری ہے، اور کفو میں نسب کے معتبر ہونے کا منشاء بھی یہی ہے۔

کفاءت میں پیشہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

احقر نے عرض کیا کہ بعض خاندان والوں کو پیشہ کی وجہ سے قوم اور برادری کا درجہ دے دیا گیا، فرمایا کہ پیشہ کا اعتبار تو کفو میں بھی کیا گیا ہے، جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے شرافت اور بڑائی میں فرق آتا ہے، احقر نے عرض کیا کہ ہندوستان میں جتنے بھی خاندان ہیں، سبھی ثابت النسب ہوں گے، مثلاً جولاہے ہیں، منہیار ہیں؟ فرمایا ضرور ہوں گے، اور جب اسلام لے آئے تو وہی ان کی قوم اور برادری ہوگئی، احقر نے عرض کیا کہ منہیاروں میں بھی دو قسم کے لوگ سمجھے جاتے ہیں، کچھ لوگ شیش گر کہلاتے ہیں کچھ منہیار کہلاتے ہیں، اور دونوں میں فرق بھی سمجھا جاتا ہے، فرمایا کہ ہاں یہ وہی فرق ہے، ایک تو پیشہ والے لوگ ہیں، اور ایک قوم وبرادری والے، اب اس کی تحقیق کرنا ہوگی کہ ان سب کے نسب کہاں تک پہنچتے ہیں۔

احقر نے عرض کیا کہ یہ لوگ تو اپنے آپ کو صدیقی لکھتے ہیں، اور سلسلۂ نسب بھی پیش کرتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ تک اپنا نسب ملاتے ہیں، فرمایا یہ غلط ہے، اسی طرح جولاہے بھی اپنے آپ کو انصاری لکھتے ہیں، اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے اپنا نسب

جوڑتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، ہاں اگر واقعی کسی کا نسب ابوایوب انصاریؓ سے ثابت ہو تو وہ انصاری ہوگا، جیسے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کہ وہ اصل انصاری ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: جب سے جولاہوں نے اپنے کو انصاری لکھنا شروع کردیا تو میں نے اپنے نام کے آگے انصاری لکھنا چھوڑ دیا، میں نے کہا اچھا ہوا، ورنہ لوگ آپ کو بھی جولاہا سمجھ لیتے، احقر نے عرض کیا کہ اس کے بارے میں کوئی کتاب بھی ایسی ہے جس میں انساب کا تذکرہ اور اس کا ثبوت ہو؟ فرمایا ہاں ہے تو، لیکن اس طرح کی نہیں جیسی تم چاہتے ہو، ایک کتاب ہے ''اقوام الہند'' وہ یہیں کے آدمی کی لکھی ہوئی ہے۔

حضرات سادات کا خاندان باہر سے آیا تھا

فرمایا: حضراتِ ساداتِ کرام باہر سے آئے ہوئے ہیں ان کا نسب بالکل صحیح طور سے ثابت ہے، اور میرے نزدیک سادات کا کفو بجز سادات کے اور کوئی نہیں ہوسکتا، نبوت محمدی کے خون کے برابر کس کا خون ہوسکتا ہے، ہاں کسی درجہ میں صدیقی اور فاروقی سادات کے کفو بن سکتے ہیں، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹیاں حضرت ﷺ کے نکاح میں تھیں۔

غیر سید فقیہ عالم، سیدہ کا کفو بن سکتا ہے یا نہیں؟

احقر نے عرض کیا کہ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں لکھا ہے کہ غیر ہاشمی فقیہ ہاشمی کا کفو بن سکتا ہے، فرمایا کہ فتاویٰ قاضی خاں کیا منزل من اللہ ہے؟ ہرگز نہیں بن سکتا، لوگ اِدھر اُدھر کی جو جی میں آئے ہانکا کرتے ہیں، ہاں علم وفضل اور فقہ کی بنا پر جو کمال ہوگا اُس کمال کی وجہ سے غیر ہاشمی کے ساتھ نکاح کردینے میں کوئی حرج نہیں، یہ اس کے علم وفضل ہونے کی وجہ سے ہے، ورنہ اصل کے اعتبار سے وہ کفو نہیں ہے۔

فائدہ: حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس سلسلے میں قول فیصل جو تحریر فرمایا ہے وہ درج ذیل ہے:

''گو بعض فقہاء نے عجمی عالم کو عربیہ کا کفو کہا ہے، مگر درِّ مختار میں تصریح ہے عجمی مرد عربی عورت کا کفو نہیں ہوسکتا، اگرچہ وہ عجمی عالم یا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (اصلاح انقلاب ص۱۱۱، ج۲)

کفو کے مسئلہ کی شرعی حیثیت

فرمایا: کفو کا مسئلہ مصالح سے مربوط ہے، اس کی رعایت کوئی واجب نہیں ہے، ہر مرد ہر عورت کا کفو بن سکتا ہے، غیر برادری میں نکاح کرنا کوئی حرام نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ از قبیلِ مصالح ہے، لیکن بعضوں نے اس کو واجب میں شمار کرلیا ہے۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس مسئلہ کو فقہاء نے دلائل کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے، فقہاء نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بس وہی حجت اور قابل عمل ہے۔

پردیسی لڑکے سے شادی نہیں کرنا چاہئے

احقر نے عرض کیا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ پردیسی لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہئے، فرمایا: ہاں اس میں بڑی مصلحت ہے، ہوتا یہ ہے کہ پردیسی لڑکے سے شادی کردی، کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے وطن چلا جائے گا، یا جہاں چاہے گا چلا جائے گا، کوئی ٹھکانہ نہیں، بڑی دشواری ہوگی۔

کانپور کے ایک مولوی صاحب نے اپنی بیٹی کی ایک بہاری لڑکے سے شادی کردی کہ یہاں پڑھائے گا اور یہیں رہے گا، لیکن کچھ دنوں کے بعد اس نے اپنے وطن جانے اور وہیں رہنے کا ارادہ کرلیا اور وہ چلا بھی گیا، کانپور کی لڑکی بہار، بنگال میں رہی جاکر، اس کے لئے تو رہنا مشکل ہوگیا، وہ مولوی صاحب سر دھنتے رہ گئے، بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں۔

رشتہ کرنے میں زیادہ تر کیا چیز دیکھنا چاہئے؟

احقر نے عرض کیا کہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک صاحب نے اپنی بیٹی کے رشتہ کے لئے حضرت تھانویؒ سے مشورہ لیا، اور عرض کیا کہ حضرت دولڑکے ہیں، ایک باشرع دیندار، لیکن معاش کا کوئی بندوبست نہیں، اور دوسرا ڈاڑھی منڈانے والا شخص ہے لیکن عقائد اس کے صحیح ہیں، اور معاش کا بندوبست بھی ہے، کس سے شادی کروں؟ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اس دوسرے شخص سے جو ڈاڑھی منڈاتا ہے، اس کو ترجیح دینا چاہئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصل تو عقائد ہیں، اور عقائد ہی دیکھنا چاہئے، دینداری تو بعد میں بھی آجائے گی اور صرف ظاہری دینداری دیکھ کر خواہ اس کے عقائد کیسے ہی ہوں اس سے شادی کرنے میں بسا اوقات بہت سی خرابیاں بعد میں سامنے آتی ہیں۔

ایک صاحب نے ایک گھرانے میں ظاہری دینداری دیکھ کر شادی کردی، اور کچھ نہ دیکھا، بس بزرگی دیکھ کر رشتہ کردیا، لیکن بعد میں طلاق کی نوبت آگئی۔

حضرت نے فرمایا میری بھی تو رائے یہی ہے اور پہلے بھی میں یہی سوچا کرتا تھا، پھر دیکھا تو قاضی ابویعلیٰ نے بھی اس کو لکھا ہے، اس کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔

سورۂ حج کا دوسرا سجدہ

احقر راقم الحروف رمضان المبارک میں حضرت والا کو تراویح میں قرآن پاک سنا رہا تھا، سورۂ حج کا دوسرا سجدہ جو حضراتِ شوافع کے نزدیک تو ہے، لیکن احناف کے نزدیک نہیں ہے، اس لئے احقر نے نہیں کیا، سلام پھیرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ سورۂ حج کا دوسرا سجدہ سنت سے ثابت ہے، اگرچہ احناف کے یہاں نہیں ہے، لیکن چونکہ سنت سے ثابت ہے اس لئے کبھی کبھی اس کو بھی کرلینا چاہئے، حنفیت کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ جو چیز سنت سے ثابت ہے اس کو بھی نہ مانو۔

48

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ علماء محققین کے لئے اپنے طور پر علم وتحقیق کی روشنی میں عمل کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے، حضرت شیخ اسی درجہ کے تھے، لیکن اگر یہ طریقہ عوام الناس میں انتشار واختلاف کا اور بحث کا موضوع بننے لگے تو اس سے احتیاط ضروری ہے، واللہ اعلم۔

قرأت کے فروعی اختلافات اور اوقافِ قرآن کی حیثیت

احقر تراویح میں حضرت کو قرآن پاک سنا رہا تھا اور اوقاف کی رعایت بھی کثرت سے کرتا تھا، سلام کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جگہ جگہ وقف کیوں کرتا ہے، میں کہہ چکا ہوں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ تو سجاوندی کی ایجاد ہے، بعد میں لوگوں نے اسی کو اختیار کرلیا، قرأت کے فروعی اختلافات کا میرے نزدیک کوئی ثبوت نہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: لاأحب قرأة حمزة، اگرچہ حضرت گنگوہیؒ کے نزدیک یہ سب پایۂ ثبوت کو پہنچے ہوئے ہیں، مگر میرے نزدیک ان کا کوئی ثبوت نہیں، اس کی زیادہ رعایت نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، صحابہ کرام اس کی رعایت نہیں کرتے تھے یہ تو بعد میں علامہ سجاوندی نے لگائے ہیں۔

فائدہ: احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تحقیق اور فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ (ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ص ۳۶۰، ج ۱، کتاب القرأۃ، سوال نمبر ۲۰۵)

تراویح میں بسم اللہ جہراً پڑھنے کے متعلق حضرتؒ کی رائے

احقر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو تراویح میں قرآن پاک سناتا تھا، تراویح کا پہلا دن تھا، سورۂ بقرہ کے ابتداء میں احقر نے بسم اللہ زور سے نہیں پڑھی تو سلام کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تم نے بسم اللہ کیوں نہیں پڑھا؟ احقر نے عرض کیا کہ پڑھا تھا، فرمایا کہ جہر کرنا چاہئے، امام عاصمؒ کے یہاں بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے اور ہم لوگ ان ہی کی قرأت پڑھتے ہیں اور آثار صحابہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر اس کی واضح دلیل ہے کہ بسم

اللہ کو بین السورتین فصل کرنے کے لئے نازل کیا گیا ہے، اور حضور ﷺ اس کے ذریعہ سے سورت کے اول وآخر کو پہچانتے تھے، ان سب دلائل کے سامنے صاحب بدائع کی بحث مرجوح ناقابل اعتبار ہے۔

فائدہ: جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اس سلسلہ میں تفصیلی کلام فرمایا ہے، اپنے ایک مفصل فتویٰ کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

’’امام صاحبؒ تسمیہ کو ہر سورت پر ضروری نہیں کہتے، یہ نہیں کہ جائز نہیں کہتے، درِّ مختار یا ردِّ مختار میں ہر سورت پر تسمیہ کو حَسَن کہا ہے، رہا ہر جگہ پکار کر پڑھنا (یعنی جہراً پڑھنا) یہ بلاشبہ احناف کے خلاف ہے، اور امام عاصمؒ بھی جہر کو ضروری نہیں کہتے، صرف تسمیہ کو ضروری کہتے ہیں، واللہ اعلم‘‘۔ (امداد الفتاویٰ ص ۳۴۷، ج ۱، فصل فی التجوید، سوال نمبر ۲۷۲)

بعض انسان جنات سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں

ایک واقعہ

فرمایا: ہمارے علاقہ میں ایک دیہاتی پہلوان گُولہو (جس سے گنّے کا رس نکالا جاتا ہے) وہ سر پر لادے جارہا تھا، راستہ میں ایک جن شیطان ملا، اور اس نے کہا کہ مجھ سے کشتی لڑو، اس دیہاتی نے کہا کہ میرے سر پر بوجھ لدا ہوا ہے، میں کیسے لڑوں؟ اُس نے کہا میں تو لڑوں گا، تم کو لڑنا پڑے گا، تو اس نے سر پر سے گُولہو اتار کر نیچے رکھا اور کشتی لڑی، اور شیطان کو اٹھا کر پٹخ دیا، اور پٹخ کر نیچے زمین میں خوب رگڑا، جب چھوڑا تو وہ شیطان دور بھاگا، لیکن رگڑ کی وجہ سے شیطان کے بال اندر گھس گئے تھے، ان کے بال بہت سخت ہوتے ہیں، اُس نے گھر جا کر نکال دیئے، بعض انسان بعض جنات سے بھی زیادہ طاقتور ہوتے ہیں، اور بعض جنات انسان سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قناعت وتواضع اور سادگی کا حال

حضرت کے چپّل بہت پرانے ہوگئے تھے، حضرت نے فرمایا: یہ میرا چپّل ایک سال گیارہ ماہ کا ہوگیا ہے، ٹوٹ گیا تھا تو ایک صاحب نے اس کو جڑوا دیا، میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ جُڑا ہوا چپّل پہنا ہے، اور اسی کو پہن کر ہر جگہ جاتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے انتظام کردیا کہ تکبر ٹوٹ جائے، اگر یہ چپّل بالکل ٹوٹ جائے تب تو ٹھیک ہے دوسری چپّل لے لوں، اس کے بغیر یوں ہی اس کو ضائع کردینا اچھا نہیں معلوم ہوتا، ہاں اگر ٹوٹ جائے تب ٹھیک ہے دوسری لے لوں گا، میں نے اس سے کہہ رکھا ہے کہ عید تک اور ساتھ دے دے۔

عزت تو منجانب اللہ ملتی ہے

محض کپڑوں اور جوتوں سے عزت نہیں ہوتی

فرمایا: ایک مرتبہ میں اور مفتی عبد العزیز رائپوری سفر میں گئے، ہم نے ہلکی اور معمولی چادر اوڑھ رکھی تھی، مفتی عبد العزیز صاحب کہنے لگے اس کو اتار دیجئے اچھی نہیں معلوم ہوتی، گندی اور پرانی سی لگ رہی ہے، میں نے کہا کیا کروں، نئی کہاں سے لاؤں، ضرورت کی وجہ سے اوڑھے ہوں، شان وشوکت کیا چیز ہوتی ہے، اس کے بعد جب منزل پر پہنچے تو سارے لوگ دوڑ دوڑ کر میرے پاس ہی آرہے تھے، اور مجھے ہی سے مصافحہ کررہے تھے، ہم نے کہا دیکھو مولوی عبد العزیز یہ کیسی شان وشوکت ہے، حالانکہ ہم کو لوگ وہاں جانتے بھی نہیں تھے، مولوی عبد العزیز صاحب سے وہاں کے لوگ زیادہ متعارف ہیں، ویسے نام سے تو ہم کو پہچانتے ہیں، لیکن شکل وصورت سے نہیں جانتے، عزت وذلت اور محبوبیت ومقبولیت تو اللہ کی طرف سے ملتی ہے، محض کپڑوں سے عزت نہیں ہوتی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا طبعی ذوق

فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس کوئی نہ آئے، ہر وقت کام میں لگا رہوں، کسی کے آنے سے مجھے بہت الجھن ہوتی ہے، ہاں اگر طبیعت خراب ہو تو لگتا ہے کہ کوئی پاس میں موجود ہو، اور جن سے قلبی تعلق اور طبعی مناسبت ہے وہ لوگ آیا کریں، ورنہ گھبراہٹ ہوتی ہے، اور میں تو بہت برداشت کرتا ہوں لیکن جب برداشت کے باہر ہو جاتا ہے تو اظہار کر دیتا ہوں، اور کہہ دیتا ہوں۔

میری طبیعت میں خوش طبعی اور خوش مزاجی ہے، ہنسی مذاق اور تفریح کی باتیں کرنے کی عادت ہے، اگر ہر ایک کے سامنے ایسی باتیں کروں تو لوگ اِدھر اُدھر نا معلوم کیا کیا نقل کریں گے، اس کا اچھا اثر نہ ہوگا، اس لئے بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔

بیمار طالب علم کا جی خوش کرنے کا اہتمام

فرمایا: ایک طالب عالم بہت زیادہ بیمار تھا، اس کے گھر والے اس کی زندگی سے بالکل مایوس ہو رہے تھے، وہ نیم بے ہوش اپنے حجرہ میں پڑا تھا، میں نے ایک لڑکے سے کہلوا بھیجا کہ اس سے میری طرف سے کہہ دینا کہ: ’’جلدی سے چلا جا اور مر جا اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کو میرے نام کردے‘‘ اُس شخص نے مجھ سے نقل کیا کہ یہ سن کر وہ مسکرایا اور آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا کہ اسی لئے تو میں نے اس طرح کہلوایا تھا تا کہ اسے ہنسی آجائے اور اس کا جی خوش ہو جائے۔

میرٹھ میں حضرت ناظم صاحبؒ کے پوتے کا آپریشن ہوا ہے، معلوم ہوا کہ وہ بہت کمزور ہو گیا ہے، میں نے کہلوا بھیجا کہ اس سے کہہ دینا کہ: ایسا کمزور ہو گیا کہ جیسے کھونسٹ بُڑھیا کمزور ہو جاتی ہے، اس کو سن کر وہ مسکرائے گا، اور اس کا جی خوش ہوگا۔

50

فائدہ: دوسرے کا جی خوش کرنے کی حدیث پاک میں بڑی اہمیت ہے، خصوصاً مریض کے سامنے ایسی بات کرنا چاہئے جس سے اس کو صحت کی امید ہو اور اس کا جی خوش ہو، یہ حدیث پاک کی تعلیم ہے، ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ ایک نو عمر صحابی نے ایک چھوٹی چڑیا جس کو عربی میں نُغَیرُ کہتے ہیں، وہ مر گئی جس کی وجہ سے وہ صحابی بہت رنجیدہ تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے بھائی حضرت انسؓ سے پوچھا یہ رنجیدہ کیوں ہے؟ انہوں نے وجہ بتائی، رسول اللہ ﷺ نے ان کا جی خوش کرنے کو یہ جملہ فرمایا: ’’**یا أبا عمیر ما فعل النغیر**‘‘ بس اس سے ان کا جی خوش ہو گیا، اور رنج و غم ہلکا ہو گیا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی حیثیت سے اس بیمار طالبعلم کے لئے یہ جملے فرمائے تھے، اور بھی اس طرح کے جملے بسا اوقات دوسروں کے سامنے حضرت خوش طبعی سے دوسرے کا جی خوش کرنے کے لئے فرمادیا کرتے تھے، لیکن ہر بات ہر ایک کے منہ سے اچھی نہیں لگتی، ہر ایک کے کہنے کا انداز اور اُس کی تاثیر الگ الگ ہوتی ہے، اس لئے بولنے سے پہلے یہ غور کرنا بھی ضروری ہے کہ ہماری اس بات سے واقعی اس کو خوشی ہوگی یا نہیں، یہ مطلب نہیں کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو جملے اس طالب علم سے فرمائے تھے ہر شخص ہر بیمار سے یہی جملے کہنے لگے، عقل و فہم کی ضرورت ہے۔ (مرتب)

کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا بہت مشکل کام ہے

فرمایا: اگر کسی کے اندر سو باتوں میں سے ناوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہو، تو ایمان والی بات کو ترجیح ہوگی اور اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے، اس لئے کسی پر کفر کا حکم لگانا بہت مشکل ہے، یہی وجہ ہے کہ امام الحرمین کے والد نے جو کہ علامۃ الدہر تھے، کاذب علی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کفر کا حکم لگایا، لیکن امام الحرمین نے اس کی تردید کی۔

لیکن ایک فیکٹری ایسی کھلی ہے جہاں آٹو میٹک کفر کے فتوے صادر ہوتے ہیں، اور وہ فیکٹری بریلی شریف میں ہے۔

تنقید سے کوئی بالاتر نہیں

مولانا مودودی صاحب کے بارے میں اظہارِ خیال

فرمایا: ایک صاحب تشریف لائے تھے فرمانے لگے میں ایک جلسہ میں مودودیوں کی تقریر سن رہا تھا کہ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے چار امام پیدا کئے ہیں، مولانا مودودی صاحب اور فلاں فلاں، میں تو فوراً اٹھ کر چلا آیا، حضرت نے فرمایا: ارے پوری بات تو سن لیتے، حضرت نے فرمایا کہ ان بیچاروں کا یہی حال ہے، کچھ سمجھتے ہیں نہیں، واقعی مولانا مودودی ایسا شخص تھا کہ اس کا ذہن بہت عمدہ تھا، علمی قابلیت تھی، لیکن تھوڑا سا بہک گیا، کاش اُس کو کسی ولی کامل کی رہنمائی نصیب ہوگئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑا کام لیتا۔

دورانِ درس بخاری شریف ”**باب ذکر الدجال**“ کا درس دیتے ہوئے مولانا مودودی صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا:

”مودودی صاحب کو سنا تھا کہ وہ دجّال کا انکار کرتے تھے، لیکن مودودی صاحب کی باتیں آسمان وزمین سے باہر کی ہوا کرتی ہیں اس لئے کون ان کی ہر بات کو مانے، مودودی صاحب کہتے ہیں کہ کوئی تنقید سے بالاتر نہیں ہے، یقیناً صحیح بات کہی ہے انہوں نے، اور مودودی صاحب ہی پہلے مورد ہیں اس کا، وہ تنقید سے بالاتر نہیں ہیں اور ان کی کوئی بات بھی تنقید سے بالاتر نہیں ہے۔

عجیب بات ہے کہ اگر وہ سچی بات بھی کہتے ہیں تو اس طرح کہتے ہیں کہ وہ غلط بن جاتی ہے، جو بات انہوں نے کہی ہے کہ: ”تنقید سے کوئی بالاتر نہیں ہے“ سچی بات کہی ہے، بالکل صحیح بات ہے، حرف بحرف صحیح ہے، لیکن ایسے کہہ دی توڑ مروڑ کر کہ غلط ہوگئی، یہ اصل میں

امام مالکؒ کی بات ہے، انہوں نے فرمایا تھا **کل احد یوخذ من قولہ ویترک الا صاحب ھذا القبر**، ہر شخص کے قول وفعل کو لیا اور چھوڑا جا سکتا ہے، سوائے صاحب ہذا القبر ﷺ کے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے **کل إمام یوخذ من قولہ ویترک إلا إمام المتقین** ﷺ، بات سچی کہی مگر کہی کیسے کہ وہ اَن کہی ہوگئی، اب مودودیوں کو مصیبت پیش آئی، وہ اپنے امام کی تائید میں ٹھوسنے لگے کہ امام مالک نے بھی کہا ہے، ابن حزم نے بھی کہا ہے، ذہبی نے بھی کہا ہے اور فلاں نے بھی کہا ہے، مگر کہنے کا سلیقہ بھی تو چاہئے۔

بھائی! مرگئے ہیں اور مُردوں کی برائی کے ساتھ ذکر نہیں کرنا چاہئے لیکن مقصود ان کی ذات کی برائی نہیں ہے ان کے قول کی برائی بیان کرنی مقصود ہے، صاف بات یہ ہے اور ویسے بھی وہ سید ہیں، اس لئے ہم تو خاموش ہیں، لیکن ان کی بات کو ہم برا کہیں گے جو بُری ہے، یہ نہیں کہ جو مودودی نے کہہ دیا ان سب کو برا ہی کہنے لگیں، اگر وہ کہے کہ اللہ ایک ہے تو کیا ہم کہیں کہ ہم مودودی کو نہیں مانتے؟ جو ان کی بری بات ہے صرف اس کو برا کہیں گے، یہ اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہئے، مودودی جو خلافِ حق کہتا ہے اس میں آپ مخالفت کرو اور ویسے مضیٰ ما مضیٰ، اگر یہ قضیہ دفن ہو جاتا جیسے معتزلہ دفن ہوگئے، معتزلہ کتابوں میں تو ہیں لیکن عالم وجود میں نہیں ہیں، ایسے ہی اگر یہ مودودی دفن ہو جاتا بس کتابوں میں رہ جاتا کہ کوئی تذکرہ نہ ہوتا تو اچھا ہوتا، مگر یہ نئی جماعت اور نئی پود پیدا ہو رہی ہے، لیپ پوت کر رہی ہے، ویسے بعض چیزیں اس نے اچھی لکھی ہیں، وہیں سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے، سود کے سلسلہ میں جو رسالہ ہے وہ بہت مقبول ہوا، ایک بات اچھی لکھتا ہے پھر اس میں ملاتا جاتا ہے، سونے کا ورق لپیٹتا ہے اور اس میں زہر دیتا چلا جاتا ہے۔

(الفیض الجاری فی دروس البخاری ص ۱۶۶، باب ذکر الدجال، آخری جلد)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر جادو کا اثر اور ایک خواب کا ذکر

فرمایا: اس جادو کی بیماری میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، ایک جلسہ ہے، بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ سورۂ کوثر إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الخ ہم ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس سے میرے ذہن میں فوراً یہ تعبیر آئی ہے إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ، یعنی تمہارا دشمن (ساحر) ہی ناکام اور ہلاک ہوگا، یہ خواب دہلی میں آکر حضرت جی (مولانا انعام الحسن صاحبؒ) کے سامنے بیان کیا، اور سحر کی پوری تفصیل بھی حضرت جی سے عرض کی۔

اللہ کے خاص بندوں کی حفاظت کا قدرتی انتظام

فرمایا: مجھ پر سخت قسم کا سحر کیا گیا ہے، میرے معالج نے مجھے بتایا کہ آپ پر جو سحر کا حملہ ہوا وہ جان لیوا ہے، آپ کے شاگرد چھ جنات آپ کی حفاظت کے لئے رہتے ہیں اور وہ آپ کی طرف سے دفاع کر رہے ہیں۔

حضرت شیخؒ پر جادو کا سخت اثر اور حضرت کے معالج کا تذکرہ

فرمایا: ہم پر جو سحر کا اثر ہوا ہے بہت ہی سخت قسم کا ہے، اور ساحر بہت ضدّی اور لالچی معلوم ہوتا ہے، دو مرتبہ چندہ کرکے اس کو پیسہ دیا گیا ہے اور اب وہ ناکام ہو رہا ہے اس کی ناک کٹی جا رہی ہے، اس لئے پورا زور لگا رہا ہے، ہمارا معالج بہت عجیب وغریب شخص ہے، ہمارے شاگرد کا شاگرد ہے، اس کا بھی ایک عجیب واقعہ ہے۔

وہ ایک مرتبہ تین روز کے لئے جماعت میں نکلے، جب گھر واپس ہوئے تو گھر والوں نے اُن کو درخت میں باندھ کر ان کی خوب پٹائی کی تو یہ گھر سے بھاگ گئے، بھاگتے بھاگتے ایک جنگل میں جا پہنچے، وہاں قریب کے دریا میں کود گئے، دو ڈھائی دن پانی کے اندر رہے، ان

52

کا بدن سوج چکا تھا، جب وہ دریا سے باہر نکلے تو وہاں نہ آدم نہ آدم زاد، وہاں سے چلے تو چلتے چلتے ایک جزیرہ ملا وہاں انسانی شکل کے کچھ لوگ ملے، یہ کئی روز کے بھوکے پیاسے تھے، ان لوگوں نے اُن سے پوچھا کچھ کھاؤ گے؟ انہوں نے کہ ہاں، پھر کچھ کھایا پیا، پھر انہی لوگوں نے راستہ بتلایا کہ جاؤ ادھر جاؤ، وہاں ایک کشتی ملے گی، اس میں دو لوگ بیٹھے ہوں گے، ان سے صرف سلام کرنا اور کچھ نہ کہنا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اور راستے میں ایک کشتی ملی انہوں نے سلام کیا تو ان لوگوں نے کشتی میں بٹھالیا اور ایک جزیرہ میں پہنچا دیا، وہاں جنگل میں ایک بزرگ تھے، ان کے پاس کسی طریقے سے یہ جا پہنچے، اور انہی کے پاس ان کی خدمت میں رہنے لگے، یہ بزرگ ایسے تھے کہ جنات بھی ان کی خدمت میں آتے تھے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے، جب ان بزرگ کا اخیر وقت آیا تو انہوں نے جناتوں سے فرمایا کہ میں تو اب جا رہا ہوں، میرے بعد ان سے تعلق رکھنا، چنانچہ جنات ان سے ملتے رہتے ہیں، اور وہ سب بہت شریف جن ہیں، ان میں بعض تابعی بھی ہیں اور یہی جن ان کے مؤکّل ہیں، یہ ہیں ہمارے معالج، یہ باقاعدہ کوئی عامل تو ہیں نہیں بس یہ وہبی چیز ہے، محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جو ان کو حاصل ہوا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر تین مرتبہ جادو کا حملہ

انہوں نے ہی مجھ کو بتلایا کہ آپ پر تین مرتبہ جادو کیا گیا ہے، جادو کرانے میں بعض طلبہ، بعض ملازمین اور کچھ شہری بھی شامل ہیں، اور جادو کرنے والا ایک سادھو ہے، تین بار جادو کیا گیا، پہلی مرتبہ جب جادو ہوا تو ہمارے ایک جنات شاگرد نے اس کو کاٹ دیا، اس لئے اس کا اثر نہیں ہوا، وہ پہلا جادو تین روز کا تھا، تین روز ہی میں انسان اس جادو سے مرجاتا ہے، لیکن وہ کٹ گیا، دوسرا جادو پندرہ روز کا تھا اور ابھی اس کے پندرہ روز بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ تیسرا جادو اس نے تین ماہ کی مدت والا کر دیا کہ میں تین ماہ میں ختم ہو جاؤں گا، لیکن ہمارے معالج نے علاج شروع کر دیا ہے اور کہا ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں، اپنے مؤکّلین کے ذریعہ اس نے اس کی کاٹ کی،

جس کی وجہ سے وہ جادوگر خود بیمار ہوگیا، اب وہ سادھو پڑا ہوا ہے اور اس کے معاونین وشاگرد اس کی مدد کے لئے گیارہ بارہ سب اکھٹا وہیں موجود ہیں، وہ سادھو یہیں اطراف کا رہنے والا ہے، ایک جنّیہ کو وہ بھیجا کرتا تھا، ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے کپڑوں میں، کرتے میں، چادر میں سب خون ہی خون لگا ہوا ہے، یہ اُسی سحر کا اثر تھا، جب سحر کا اثر ہوتا ہے تو کبھی پیشاب کا تقاضا بار بار ہوتا ہے، اور اندر سے بہت جلن اور سوزش ہوتی ہے، سارا بدن جلنے لگتا ہے، دیکھو میرا سارا خون جل گیا، اور بدن کے بعض حصوں میں کانٹے جیسے چبھتے ہیں، معالج نے بتلایا ہے کہ جنگل کا یہ مخصوص کانٹا ہوتا ہے اس کے ذریعہ سے دل تک اثر پہنچاتے ہیں، اور پیشاب کی نالی میں جادو کا اثر ڈالتے ہیں، اور دل ودماغ میں بھی اثر ڈالتے ہیں۔

ایک مرتبہ رات میں سحر کا سخت قسم کا اثر محسوس ہوا، ایک بجے سے دو بجے رات تک اس کے جادو کرنے کا وقت ہے، جبکہ سب لوگ غفلت کی نیند میں ہوتے ہیں، بہرحال میں نے اس وقت یہ کہا کہ میرے پاس کیا رکھا ہے؟ میرے پاس کیوں آتے ہو؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ جس نے تم کو بھیجا ہے اسی کے پاس جاؤ، فوراً بالکل ہلکا ہوگیا، ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی چیز سر سے اتر کر چلی گئی، اس سے اندازہ ہوا کہ یہ بیچارے جنات بھی عامل کے عمل سے مجبور ہوتے ہیں، ورنہ از خود یہ پریشان نہیں کرتے۔

پہلی مرتبہ تو جادو بالکل کٹ گیا، دوسری مرتبہ کچھ غفلت ہوگئی میں سمجھا کہ پہلے جیسے کٹ گیا تھا اُسی طریقہ سے یہ بھی کٹ جائے گا، لیکن اُس کا اثر ہوگیا اور پریشانی بڑھ گئی، بچوں سے کمرے میں سورہ بقرہ پڑھوائی، جب تک بچے پڑھتے رہتے ہیں اس وقت تک بالکل سکون رہتا ہے، اس کے بعد پھر تکلیف شروع ہوجاتی ہے۔

فرمایا: جب بھی سحر کا اثر ہوا، لڑکوں سے سورہ بقرہ میں نے پڑھوائی، اس کا بہت فائدہ ہوا، بہت سے لوگوں نے مجھ سے تعویذ کے لئے کہا، لیکن میں نے انکار کردیا، ایک صاحب نے کہا کہ مرغ کے خون سے کاغذ پر ''جادو بر سر جادو'' لکھ کر چارپائی وغیرہ میں لگادیں، اس سے جادو واپس ہوجاتا ہے، فرمایا: اس کے لکھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

روایات سے تعویذ پہننے کا ثبوت ہے یا نہیں؟

فرمایا: حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے مجھ سے ایک مرتبہ تعویذ کے متعلق فرمایا، اور ایک صاحب اور بھی ہیں، انہوں نے بھی تعویذ کے لئے کہا، لیکن میری طبیعت نے گوارہ نہیں کیا، میں نے صاف کہہ دیا کہ میں تعویذ کو حرام تو نہیں کہتا لیکن اس میں مجھے اطمینان نہیں، روایات آپس میں متعارض ہیں، اور روایت مرفوعہ سے اس کا کوئی ثبوت ہے نہیں، اگرچہ بزرگان دین کا معمول رہا ہے، ہمارے ایک بزرگ مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ ہیں وہ بہت تعویذ لکھتے ہیں۔

فائدہ: ایک مرتبہ احقر نے حضرت اقدسؒ کو ایسے وقت جب حضرت پر سحر کا سخت قسم کا حملہ تھا اور حضرت بڑی بے چینی اور پریشانی کی حالت میں تھے، اس وقت معالج عامل کے لکھے ہوئے تعویذ کو احقر نے حضرت کو باندھے ہوئے دیکھا، لیکن یہ وقتی اور عارضی تھا۔

باقی تعویذ کو فی نفسہ حضرتؒ جائز سمجھتے تھے، تعویذ سے متعلق کئے گئے ایک سوال کے جواب میں حضرتؒ نے متعدد روایات سے اس کا ثبوت پیش کیا ہے۔

(مشکوۃ ص ۲۱۷، تحفۃ الاحوذی ۴/۲۶۷، طحاوی شریف ۲/۳۲۳)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نوادر الحدیث ص ۵۰۵)

(www.alislahonline.com)

ذکر اور دینی کتابوں کی وجہ سے سحر کا اثر کم ہوا

فرمایا: کمرے میں جو کتابیں بھری پڑی ہیں اس کی وجہ سے بھی بہت فائدہ ہوا، خود معالج نے کہا کہ آپ کے لکھنے پڑھنے اور ہر وقت مطالعہ میں لگے رہنے کی وجہ سے، دوسرے کثرتِ ذکر کی وجہ سے سحر کا اثر کم ہوا، آپ ذکر برابر کرتے رہیں، کتابوں کی نورانیت کا بھی کافی اثر پڑتا ہے۔

کلمات کفریہ وشرکیہ والے عمل سے سخت اجتناب

فرمایا: ایک صاحب کے رشتہ دار بڑے عامل ہیں، انہوں نے کہا کہ آپ پر جو سحر کیا گیا ہے میں اس کی کاٹ اپنے فلاں رشتہ دار سے کرادوں؟ میں نے کہہ دیا کہ بھائی تم خود ہی کہتے ہو کہ اس میں بعض کلمات شرکیہ کہنے پڑتے ہیں، غیر اللہ کی دہائی دینی پڑتی ہے، بھلا میں اس کو کیسے کراؤں، میں چاہے مرجاؤں، لیکن اس کو نہیں کراؤں گا۔

سحر کے اثر کے وقت بلّی کا رونا

فرمایا: جب بھی جادو کا اثر زیادہ ہوتا ہے ایک بلّی آ کر رونے لگتی ہے، احقر نے عرض کیا کہ حضرت بلّی کیوں روتی ہے؟ کیا وہ جنات ہے، فرمایا نہیں، کتا اور بلّی میں یہ خاصیت ہے کہ جب وہ کوئی بلا اور مصیبت دیکھتے ہیں تو چلاتے اور روتے ہیں۔

جادو کی عجیب تاثیر

فرمایا: جادو عجیب طرح طرح کے ہوتے ہیں، اور عامل بھی ایک سے ایک ہوتے ہیں، ایک عامل نے کسی پر جادو اس طرح کیا تھا کہ تعویذ لکھ کر مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا، پانی کے اندر جب مچھلی گھومتی تو اس شخص کا سر تڑپتا تھا اور یہ پاگل جیسا ہوجاتا، ایک عامل نے اس کا علاج کیا وہ اس مچھلی کو پکڑ لائے اور اس کو کاٹا اس کے پیٹ میں سے تعویذ نکلا، اس کے بعد سے وہ شخص اچھا ہوگیا۔

جادو کا اثر جب پورا ہو جاتا ہے تو مشکل سے کٹتا ہے

حضرت والاؒ پر جادو کا سخت اثر تھا، اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

جادو جب پورا ہو جاتا ہے پھر مشکل سے کٹتا ہے، پھر تو اس کو اثر ہو کر ہی رہتا ہے۔

54

ایک شخص نے کسی پر جادو کرایا، افتخار صاحب ایک عامل ہیں، انہوں نے بتلایا کہ فلاں پہاڑ پر ایک شخص بیٹھا جادو کر رہا ہے، اس سے کہنا کہ جتنا چاہو پیسے لے لو، لیکن جادو نہ کرو، اس کو ختم کردو، اس نے پوری تفصیل معلوم کی کہ یہ جادو کس کے لئے کرایا جا رہا ہے، جب جادوگر کو معلوم ہوا تو اس نے خود بہت افسوس کیا، اور کہا کہ مجھے کیا معلوم تھا کہ ان کے لئے کرایا جا رہا ہے، اب تو جادو کا پورا عمل ہو چکا ہے، اب میں اس کو ختم نہیں کرسکتا، وہ بارہ روز کا عمل تھا، ٹھیک بارہویں روز وہ شخص مر گیا، جس پر جادو کرایا گیا تھا۔

فرمایا: حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ پر بھی کسی نے کچھ کرادیا تھا، ان کی شادی پہلے کہیں اور لگی ہوئی تھی، پھر ہوئی کہیں اور، اس کی وجہ سے کسی نے کچھ کرادیا تھا، جس کو تاخیذ کہتے ہیں۔

ضرورت کے پیش نظر عملیات سیکھنا

فرمایا: اس کی بہت ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ عملیات بھی ضرورت کے مطابق سیکھ لینا چاہئے، ایک صاحب جو حضرت کی خدمت میں آئے تھے ان سے حضرت نے فرمایا تمہارے ابا اس فن سے واقف ہیں، تم اپنے ابا جان سے اس کو ضرور سیکھ لو، قدر کرلو۔

اللہ کی مشیت کے بغیر جادو بھی کچھ اثر نہیں کرسکتا

فرمایا: جادو آدو یہ سب کیا چیز ہے، اصل تو اللہ تعالیٰ ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے طے کردیا تو پھر تو وہ ہو کر ہی رہے گا، اور اگر وہ نہ چاہے تو کوئی کچھ بھی نہیں کرسکتا، بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اخیر وقت تک ہم سے راضی ہوں اور ہم ان سے راضی ہوں، اور اپنی زندگی میں حقوق اللہ وحقوق العباد ادا کرادے، اور مرنے سے پہلے مدینہ طیبہ پہنچادے۔

بعض جنّات بڑے شریف ہوتے ہیں

دینداری اور تقویٰ کی برکت سے جنات بھی ہمدرد اور خیر خواہ

فرمایا: بعض جنّات بہت شریف ہوتے ہیں، اس پر ایک واقعہ سُنایا کہ ایک صاحب ہیں انہوں نے ایک چمارن سے شادی کرلی، وہ بہت دیندار تھے، وہ چمارن بھی بہت دیندار ہوگئی، ان کے گھر میں جنات رہا کرتے تھے، لیکن کبھی پریشان نہیں کرتے تھے، بلکہ کبھی سامنے بھی آجایا کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ ایک بہت بھاری لکڑی اٹھا رہی تھیں وہ اٹھ نہ رہی تھی، ایک شخص آیا اور اس نے کہا ادھر سے پکڑو (جس جانب ہلکی تھی) اور دوسری جانب سے خود اٹھائی اور پہنچادی، انہوں نے اپنے بیٹے عمر سے کہہ رکھا تھا کہ بیٹے اگر کوئی کبھی دکھائی دے گھبرانا نہیں کوئی پریشان نہیں کرے گا، یہ سب ان کی دینداری کی برکت تھی، ان کی بیوی جو چمارن تھی لیکن بعد میں حالت یہ ہوگئی تھی کہ بڑے بڑے علماء سے فائق ہوگئیں تھیں، حسب ونسب کیا چیز ہوتی ہے اصل چیز تو تقویٰ اور دینداری ہے، یہ دینداری ہی کی تو برکت تھی کہ جنّات بھی اس کے مطیع اور فرمانبردار ہوگئے تھے۔

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ“ کی تاثیر

اور ایک عجیب واقعہ

فرمایا: حیاۃُ الحیوٰان میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کی بیوی بہت خوبصورت تھی، ایک جنات اس پر عاشق تھا، اور وہ اس کے پاس آتا جاتا، اور زبردستی کرتا تھا، اس کا شوہر اس میں مزاحمت کرتا، لیکن وہ زبردستی کرتا تھا، بالآخر ہر ایک کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے سمجھوتہ ہوگیا کہ باری باری آیا کریں گے، چنانچہ وہ جنات بھی عورت کے قریب آتا تھا، اور

55

اس کا شوہر بھی اس کے قریب ہوتا تھا، جب جنات جاتا تو شوہر قریب نہ جاتا اور جب یہ آدمی جاتا تو جنات نہ آتا، دونوں میں خوب دوستی ہوگئی ایک دن اُس جن نے اُس شخص سے کہا کہ آؤ تم کو سیر کرائیں، خنزیر کی شکل میں آکر اپنے دوست سے کہا، میری پشت پر بیٹھ جاؤ، چنانچہ وہ بیٹھ گیا اور خنزیر اوپر کو آسمان کی طرف چلا، جب بہت اوپر پہنچ گیا تو ایک فرشتہ نے کہا **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ** اس کہنے کا یہ اثر ہوا کہ خنزیر فوراً نیچے کو واپس آگیا، اُس آدمی نے غور سے سن لیا کہ اچھا یہ ہے اس کا علاج، اس نے یہ کلمات یاد کرلیئے، اب جب واپس آئے، اور یہ جن جب عورت کے قریب آیا تو آدمی نے مزاحمت کی، اور فوراً پڑھا **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ** تو وہ جنات فوراً بھاگ گیا، واقعی اس کلمہ کی بڑی تاثیر ہے، حدیث شریف میں بھی اس کلمہ کی خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے۔

عملیات کا اثر یقینی نہیں

فرمایا: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے منقول ہے کہ میٹھی چیز مثلاً مٹھائی وغیرہ جس میں چیونٹیاں آجاتی ہوں اگر سانس روک کر رکھا جائے تو چیونٹیاں نہیں آتیں، فرمایا میں نے تو اس کو کرکے دیکھا، لیکن چیونٹیاں پھر بھی آجاتی ہیں، یہ ایک قسم کا ٹوٹکا ہے، یقینی نہیں ہے۔

حضرت پر ایک شاگرد نے جادو کردیا تھا

فرمایا: کسی نے سخت قسم کا جادو کیا ہے، اللہ مجھے شر سے محفوظ رکھے، میں اس کی بھی بدخواہی نہیں چاہتا، اللہ اس کو بھی ٹھیک رکھے، اور مجھے بھی ٹھیک رکھے، بس اللہ تعالیٰ اس کے ذہن کو ہماری طرف سے پھیر دے، پیچھے پڑا ہوا ہے، میں تو بس اب برابر یہ دعا کرتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُمْ بِمَا شِئْتَ کہ اے میرے اللہ! آپ ہی ان سب کی طرف سے کافی ہوجایئے، جیسے بھی آپ چاہیں۔

افسوس! تو اس کا ہے کہ ایک طالب علم نے اور شاگرد نے جادو کروایا ہے، آج کل ایسے طالبعلم ہوتے ہیں، کبھی کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت اب قریب ہی آ گیا، موت کے اشعار بار بار ذہن میں آتے ہیں، ایک مرتبہ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اوپر لال کپڑوں کی گٹھری ہے، اور فوراً وہ غائب بھی ہوگئی، میں بہت پریشان ہوا، فوراً میرا ذہن منتقل ہوا کہ یہ ساحر کا سحر ہے، اور یہ میرے قتل کا سامان ہو رہا ہے، اور یہ میرا لال کفن یعنی خونی کفن ہے، اور میں مقتول ہوں گا، لیکن یہ تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے انشاء اللہ ضرور شفاء نصیب فرمائے گا۔ (چنانچہ الحمد اللہ ایسا ہی ہوا)

اکثر طلبہ کی طرف سے مایوسی

فرمایا: اب تو طلبہ سے طبیعت بالکل گر گئی ہے، مایوسی ہوگئی ہے، ان سے تعلق رکھنے کو جی نہیں چاہتا، بڑی بے وفائی کرتے ہیں، اب تو صرف طلبہ سے علم دین پہنچانے کا تعلق رکھنا چاہئے، اور بس، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب بھی طلبہ سے کام کم لیتے ہیں۔

ولادت میں آسانی کا ایک عجیب عمل

ایک مرتبہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ: ولادت کی آسانی کے لئے عرب میں مریم پنجہ ملتا ہے (یہ ایک جڑی بوٹی ہے، پنجہ کی سی اس کی شکل ہوتی ہے اسی لئے اس کا نام ہی مریم پنجہ ہے) حضرت نے فرمایا: مشہور یہ ہے کہ ولادت کے وقت اُس مریم پنجہ کو کسی برتن میں پانی میں ڈال دیا جائے اور حاملہ عورت کے سامنے اس کو رکھا جائے وہ عورت اس کو دیکھتی رہے، یہ پنجہ پانی میں پھیلے گا اسی کے ساتھ اس کی ولادت میں آسانی ہوگی، واللہ اعلم، پھر حضرت والا نے احقر کو دو مریم پنجے عطا فرمائے۔

ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ: ولادت کی آسانی کیلئے ''مؤطا امام مالک'' کتاب

کسی کپڑے میں لپیٹ کر عورت کے سرہانے رکھ دی جائے تو اس سے ولادت میں آسانی ہوتی ہے، احقر نے حضرت سے ادب سے عرض کیا کہ حضرت یہ بات کہاں لکھی ہے؟ حضرت نے فرمایا ''اوجز المسالک شرح موطأ مالک'' کے مقدمہ میں جہاں موطأ کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں وہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حوالہ سے لکھی ہے، احقر نے ''اوجز المسالک'' کتاب اٹھا کر دیکھی واقعی اس میں یہ بات لکھی ہے، اور یہ مجرّب بات میں سے ہے، واللہ اعلم۔

توبہ اور تقویٰ کی حقیقت

فرمایا: تقویٰ نام ہے دل کے ارادہ کا، بس دل میں گناہ نہ کرنے کا ارادہ کرلے اور ماضی میں جو گناہ کئے ہوں ان پر نادم ہو، اور فی الحال اس گناہ سے باز آجائے، بس یہی تقویٰ ہے اور یہی سچی توبہ ہے، اگر یہ کسی انسان کو حاصل ہوجائے تو بڑی نعمت ہے، اس کے ہوتے ہوئے اگر کبھی معصیت کا صدور بھی ہوجائے تو اس پر ندامت ہوتی ہے، اس سے بھی درجات بلند ہوتے ہیں، کیونکہ گناہ کا صادر ہوجانا یہ تقویٰ کے خلاف نہیں، بشری تقاضے سے گناہ ہوسکتا ہے لیکن اس پر اصرار نہ ہو، اور ندامت ہو، تو پھر اس معصیت سے کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی، صحابہ کرام سے اسی وجہ سے گناہ کرائے گئے تاکہ بعد والوں کے لئے آسانی ہوجائے۔

ایک طالب علم کا واقعہ

فرمایا: ایک طالبعلم یہیں قریب میں ایک کمرہ میں رہا کرتا تھا، نہایت متقی، پرہیزگار تھا، بشری تقاضے سے ایک مرتبہ اس سے کسی معصیت کا صدور ہوگیا، سب لڑکے مل کر اس کو مار رہے تھے، وہ چیخ رہا تھا، میں نکلا اور سب کو میں نے ڈانٹا، پھر کمرہ چلا آیا، لڑکے سب خاموش ہوگئے،، مارنا پیٹنا بند کردیا، میں نے کہا یہ بیچارہ نیک سا لڑکا ہے، غلطی سے ایک گناہ کا شکار ہوگیا، اس کو تم لوگ مار رہے ہو؟ میں تو سوچ رہا تھا کہ اب لڑکے دفتر شکایت لے

جائیں گے، اور نہ معلوم کیا کیا ہوگا؟ لیکن اس کے بعد پھر کسی قسم کی بات نہیں ہوئی، میں نے کہا یہ اس کے تقویٰ کی برکت تھی، اس کا تقویٰ یہاں کام آ گیا۔

اس حدیث پاک کی تشریح کہ

”آنکھ، ہاتھ، کان بھی زنا کرتے ہیں اور فرج اس کی تصدیق کرتا ہے“

فرمایا: حدیث مشہور ہے کہ ہاتھ، کان، قدم زنا کرتے ہیں، اور فرج اس کی تصدیق کرتا ہے، اس کے تحت فرمایا حدیث پاک میں فرج کی تصدیق کرنے سے کیا مراد ہے؟ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہاتھ سے پکڑا یا آنکھ سے دیکھا اور اس کی بنا پر اس کا آلہ منتشر ہوگیا یا اس کے انتشار میں زیادتی ہوگئی تو یہ فرج کی تصدیق ہوگئی، لیکن شراحِ حدیث فرماتے ہیں کہ اس سے حقیقی زنا ہی مراد ہے، بندہ بھی شراحِ حدیث کے مسلک پر ہے۔

پھر فرمایا کہ انتشار آلہ یا اس میں زیادتی کا ہونا یہ غیر اختیاری بات ہے، انسان کے قابو میں نہیں، دیکھو! اگر گھی آگ کے پاس رکھا جائے تو لامحالہ ضرور پگھلے گا، اسی طرح یہاں بھی سمجھو کہ آنکھ سے دیکھنے اور ہاتھ سے پکڑنے، زبان سے بات کرنے، کان سے سننے سے، انتشار آلہ تو ہوسکتا ہے، لیکن یہ معصیت ہی ہو یعنی زنا کا صدور ہوجائے کوئی ضروری نہیں، واللہ اعلم۔

فاحشہ کی تعریف

فرمایا: فاحشہ کہتے ہیں بھونڈے گناہوں کو، جس میں کبیرہ وصغیرہ سب شامل ہیں۔

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں

فرمایا: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ میں بڑی امید کا سامان ہے، حضرت یحییٰ منیریؒ کا جب آخری وقت آیا تو اپنے تمام مریدین کو بلاکر ہر ایک کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا

کہ جب کل اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ کیا لائے ہو تو کہہ دوں گا کہ ”لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ“ ”کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو“ بس یہی لایا ہوں۔

دینی مدارس کے تحت صنعت وحرفت کا شعبہ

کھولنے سے متعلق ایک رائے

احقر نے عرض کیا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے دینی مدارس کے متعلق اپنی تین رائیں لکھی ہیں ”انفاسِ عیسیٰ“ میں منقول ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دینی مدارس کے تحت صنعت وحرفت کا بھی شعبہ ہونا چاہئے تاکہ پڑھنے پڑھانے والے لوگ کسی کام میں لگ سکیں، اور کسی کے محتاج نہ رہیں۔

فرمایا: یہ حضرت تھانویؒ کی ایک رائے تھی، حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے اس کے مطابق عمل بھی کیا، چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں طبیہ کالج کھلوایا گیا، لیکن تجربہ نے بتلا دیا کہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا، یہ محض حضرت والا کی ایک رائے تھی۔

استعداد واستحقاق کا فرق

فرمایا: ایک صاحب مجھ سے بیعت ہونے کے لئے آئے، اور بیعت پر بہت اصرار کیا، بار بار آئے، لیکن میری طبیعت بالکل آمادہ نہ ہوتی تھی، حالانکہ انہوں نے حضرت مولانا اسعد اللہ کے یہاں بہت ذکر بھی کیا اور مجاہدہ بھی کیا تھا، اور حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس کے اندر استعداد ہے، لیکن میری طبیعت اس کی طرف بالکل مائل نہ ہوتی تھی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مجھے خلافت مل جائے، استعداد کو انہوں نے استحقاق پر محمول کرلیا، دونوں میں بڑا فرق ہے، استعداد اور چیز ہے، استحقاق اور چیز ہے، ایک شخص ہے اس کے اندر حافظہ کرنے کی استعداد یعنی صلاحیت تو ہے، لیکن استحقاق نہیں، یعنی حافظ ہے نہیں، تو دونوں میں بڑا فرق ہے، وہ یہی سمجھتے

تھے کہ میں خلافت کا مستحق ہوں، اس لئے میں نے ان کو مرید نہیں کیا، ان کے اندر ذکر اور مجاہدہ کی برکت سے استعداد تو پیدا ہوگئی تھی لیکن استحقاق نہیں تھا، یہ ان کی غلط فہمی تھی۔

تیس شعبان کو روزہ رکھنا

شعبان کی تیس تاریخ تھی، لیکن کہیں سے رمضان کے چاند کی اطلاع نہیں آئی تھی، حضرت نے فرمایا معلوم تو ایسا ہی ہو رہا ہے جیسے آج ہی رمضان ہے، خیر ابھی انتظار کرلوں، کافی انتظار کے بعد فرمایا کہ بھائی میں نے تو روزہ کی نیت کرلی ہے، احقر نے عرض کیا کہ حضرت ابھی چاند ہونے کی اطلاع تو کہیں سے آئی نہیں، فرمایا کہ پاکستان میں تو چاند ہوگیا ہے، اور پاکستان اور یہاں کا مطلع ایک ہی ہے، جو فرق ہے وہ معمولی ہے، پھر فرمایا لیکن چونکہ صحیح اطلاع نہیں ہے اس لئے میں نے قضاء روزہ کی نیت کی ہے، ویسے رمضان کے برکات مجھ کو رات ہی سے محسوس ہو رہے ہیں، احقر کے دل میں خیال آیا کہ اس دن یعنی یوم الشک میں قضاء روزہ رکھنا بھی تو مکروہ ہے، لیکن کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی، حضرت نے خود ہی فرمایا کہ اس دن قضاء رکھنا مکروہ ہے یہ صرف احناف کے یہاں ہے، ورنہ جمہور کے نزدیک بالکل درست ہے۔

روزہ کی حقیقت اور صورت

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا کہ میں نے آج ایک خط لکھا ہے، وہ تمہارے پڑھنے اور نقل کرنے کا تھا، لیکن افسوس اس کو ڈاک خانہ میں ڈلوادیا، اس میں یہی لکھا تھا کہ ایک روزہ کی حقیقت ہوتی ہے اور ایک صورت، روزہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں تمام محرّمات اور مکروہات سے اجتناب کیا جائے، بدنگاہی اور غیبت وچغلی وغیرہ سے پرہیز کرکے روزہ کو پورا کیا جائے، اور روزہ کی صورت یہ ہے کہ روزہ تو ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ بدنگاہی بھی ہے، غیبت بھی ہے، چغلی بھی ہے، روزہ کے فوائد وبرکات وثمرات اس کی حقیقت پر مرتب ہوتے ہیں نہ کہ محض روزہ کی صورت پر، پھر فرمایا کہ بہت تھک گیا ہوں آگے کچھ کہنے کی ہمت نہیں۔

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کی تحقیق

مجلس میں فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کا ذکر تھا، احقر نے عرض کیا کہ بہت سے لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں، فرمایا کہ التزام کے ساتھ تو درست نہیں، احقر نے عرض کیا کہ فتح الباری میں کئی حدیثیں نقل کی ہیں، اس سے فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت ہوتا ہے، فرمایا تم کیا سمجھو فتح الباری کو، اس میں کون سی حدیث نقل کی ہے؟ یہ کہ فرائض کے بعد دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، احقر نے عرض کیا ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ فرائض کے بعد دعا مانگنا بمقابلہ نوافل کے ایسا ہی افضل ہے جیسا کہ فرض کی فضیلت نفل کے مقابلہ میں، فرمایا کہ اس سے تو نفس دعا کا ثبوت ہوتا ہے، پھر فرمایا جو کچھ فتح الباری میں منقول ہے اس سے ابن قیمؒ کا رد ہوجاتا ہے، اور اصل بات تو یہ ہے کہ ابن قیمؒ جس چیز کے قائل ہیں حدیث میں اس کی ممانعت نہیں، اور جو کچھ حدیث میں موجود ہے وہ اس کو مانتے ہیں۔

فائدہ: حضرت شیخ نے ایک سوال کے جواب میں احادیث نبویہ کی روشنی میں فرض نمازوں کے بعد دعا کی مشروعیت کو تحریر فرمایا ہے، جواب کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

”جب یہ ثابت ہوگیا کہ صلوات مکتوبہ کے بعد دعا کرنا روایت سے ثابت ہے اور دعا کے اندر مسنون یہ ہے کہ ہاتھ اٹھا کر کرے چنانچہ بہت سی روایات میں رفعِ یدین عند الدعاء وارد ہوا ہے اور بعض روایات میں مسح الوجہ بعد الدعاء بھی ابوداؤد وغیرہ میں وارد ہے۔

ان تینوں کو ملانے سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں اور منہ پر ہاتھ پھیرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ابن السنی کی ایک روایت میں تو رفع یدین بعد الصلوٰۃ صراحۃً وارد ہے“

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نوادر الفقہ ص ۴۷ تا ۴۹)

فرض نمازوں کے بعد اذکار آیۃ الکرسی وغیرہ کب پڑھنا چاہئے؟

احقر نے عرض کیا کہ فرض نمازوں کے بعد اذکار ماثورہ اور آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھنے کے متعلق فقہاءِ احناف نے لکھا ہے کہ سنن اور نوافل کے بعد پڑھے جائیں گے، فرائض کے بعد متصلاً نہیں، جبکہ ظاہر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ فرض کے بعد متصلاً پڑھے جائیں، فرمایا میری بھی یہی رائے ہے کہ متصلاً پڑھے جائیں، احقر نے عرض کیا کہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں آیۃ الکرسی فرائض کے بعد پڑھنے کو غلط لکھا ہے، فرمایا یہ صحیح نہیں، اس کا تو صراحۃً حدیث سے ثبوت ہے، حدیث کے آگے طحطاوی کیا چیز ہے، وہ بھی انسان ہیں، اصل میں اس مسئلہ میں سب سے پہلے ابن ہمامؒ نے تاویل کی ہے اور وہاں سے صاحب بحر نے نقل کیا اور بحر سے دوسروں نے نقل کیا۔

ختم خواجگان سے متعلق

احقر نے عرض کیا کہ ختم خواجگان مدرسہ ہتورا میں پہلے عصر بعد ہوتا تھا پھر عشاء کی نماز میں فرض وسنتوں کے درمیان ہونے لگا، فرمایا ختم خواجگان کا تو میں قائل ہی نہیں، اس کو بدعت تو نہیں کہتا لیکن اس کو کرتا نہیں، اور یہ صرف تداوی یعنی ایک علاج ہے، پھر فرمایا کہ فرض وسنتوں کے درمیان نہیں ہونا چاہئے، حضرت مولانا سے کہہ دینا فجر کے بعد کرلیا کریں، احقر نے عرض کیا کہ متعدد کتابوں کی عبارتیں احقر نے نقل کر کے حضرت مولانا کو دکھلائی تھیں تو حضرت مولانا نے خود ہی رکوادیا۔

پھر فرمایا کہ حضرت مولانا کے خیالات میں وسعت ہے یا نہیں، احقر نے عرض کیا کہ جی حضرت کے مزاج میں کافی توسع ہے، لیکن دوسری جانب یعنی بہت سے ایسے امور جس کو اپنے علماء بدعت کہتے ہیں، اس میں مولانا نرم پہلو اختیار کرتے ہیں، فرمایا مثلاً ایک دو مثال دو، احقر نے عرض کیا مثلاً وہاں قرآن خوانی ہوتی ہے اس کے بعد مٹھائی بھی تقسیم ہوتی ہے، جس کو

اپنے علماء نے بدعت لکھا ہے، فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا سے خود بات کی تھی، حضرت مولانا نے فرمایا تھا کہ اس طرح سے دوسرے اہل بدعت قریب آجاتے ہیں، ورنہ قریب بھی نہ آئیں گے، اور حضرت تھانویؒ وغیرہ نے جو بدعت لکھا ہے وہ اس وقت کے حالات کے اعتبار سے جب کہ لوگ اس کو ضروری سمجھتے تھے کہ اگر نہ کریں تو لٹھ چل جائے، احقر نے عرض کیا اب بھی اس علاقہ میں ایسا ہی ہے، فرمایا وہ سختی کا دور تم نے دیکھا ہی نہیں، جس زمانہ میں بدعت کا حکم لگایا گیا، وہ تو وہی لوگ تھے جو جھیل لے گئے، ہم لوگوں کی بس کی بات نہ تھی، پھر فرمایا کہ حضرت مولانا صدیق صاحبؒ کا قلب بہت سلیم ہے، وہ بالکل صحیح سمجھتے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے مدرسہ میں ابتدائی دور میں چند مرتبہ ایسا ہوا کہ قرآن خوانی کے بعد مٹھائی تقسیم ہوئی لیکن مستقل معمول نہیں تھا، بعد میں یہ سلسلہ بھی ختم ہوگیا، صرف جمعہ کے دن فجر بعد جو طلباء قرآن پاک پڑھتے ہیں کسی خاص ترتیب کا لحاظ کئے بغیر طلباء نے جو پڑھا ہے مرحومین کے لئے اسی کا ایصال ثواب کردیا جاتا ہے خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو اپنے مرحومین کے لئے ایصال ثواب کی درخواست کرتے ہیں۔

خائن آدمی نگاہ ملا کر بات نہیں کرسکتا

فرمایا: حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ خائن آدمی آنکھ ملا کر بات نہیں کرسکتا، فلاں صاحب پر غبن کا الزام ہے، میرے نزدیک بالکل غلط ہے، خود ان کے بعض مخالفین نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔

ایک مرید کو نصیحت

ایک سالک سے فرمایا کہ وقت ضائع نہ کرو، یا تو پڑھو یا پھر آرام کرو اور سو جاؤ، باتیں مت کرو۔

ایک دوسرے سالک سے فرمایا کہ نوافل کا بھی اہتمام کیا کرو، اوابین اور اشراق کا

تو اہتمام کیا ہی کرو، اس کو تو ہر ایک آسانی سے کرسکتا ہے، لیکن تہجد کا بھی اہتمام کرو، یہ ذرا مشکل ہے۔

فرمایا: میں نے منہاج پرتاپگڑھی سے کہہ دیا ہے جو اللہ کا نام پوچھا کرے اس کو بتلا دیا کرو، اور جب کبھی تم اس علاقہ میں جانا تو ملتے رہا کرنا، اس سے اُس کو تقویت ہوگی۔

نوافل میں قرآن پاک پڑھنے کی بھی عادت ڈالو

بعض طلبہ سے فرمایا کہ نوافل میں قرآن پاک پڑھنے کی عادت ڈالو، طالبعلمی کے دور میں اوّابین میں ایک پارہ ورنہ نصف پارہ ہی پڑھ لیا کرو، بعض طلبہ تو تین تین پارے تک نوافل میں پڑھتے تھے، اور قرآن پاک یاد ہونے اور سورتوں کے یاد ہونے کی آسان صورت یہ ہے کہ سنن ونوافل میں ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھ لیا کرو، اس طرح قرآن شریف بھی یاد ہو جائے گا۔

تلاوت قرآن پاک کی حلاوت

فرمایا: ایک بڑے عالم صاحب فرماتے تھے کہ کلام اللہ (قرآن شریف) کی تلاوت کرنے میں اتنی حلاوت اور اتنی شوکت ہے کہ اگر اس میں ثواب نہ بھی ملتا تو بھی اس کو پڑھنا چاہئے، کیونکہ یہ کلام کس کا ہے؟ رب العالمین کا، احکم الحاکمین کا، جو بہت بڑی شان والے ہیں۔

حفظِ قرآن اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

تعلیم میں بچوں کی نفسیات کی رعایت بہت ضروری ہے

فرمایا: حفظ قرآن بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کی قدر تو بڑھاپے میں ہوتی ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ نوافل میں قرآن شریف پڑھوں، لیکن یاد نہیں تو کیا پڑھوں، بہت رنج ہوتا ہے بغیر حافظ کے عالم بھی آدھا عالم ہوتا ہے۔

ایک صاحب کو حضرت نے نصیحت کی کہ اپنے بچہ کو ضرور حافظہ کرائیے گا، اور اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ ایک آیت کو مثلاً بیس مرتبہ پڑھوایا جائے اگر بڑی آیت ہو تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے یاد کرایا جائے، بیس مرتبہ پڑھنے سے ذہن میں وہ آیت بیٹھ جائے گی، اس کے بعد کھیلنے کودنے کی چھٹی دے دی جائے، دوسرے وقت میں پھر اسی آیت کو پچیس مرتبہ پڑھوایا جائے انشاء اللہ بالکل یاد ہو جائے گی، بچوں کی نفسیات کا خاص طور سے خیال رکھنا چاہئے، تعلیم میں بچوں کی نفسیات کی رعایت بہت ضروری ہے، ان کو بھی کھیلنے کودنے اور کچھ دیر آزاد رہنے کا موقع ضرور دینا چاہئے۔

بچوں کی ذہنی تربیت شروع ہی سے کرنی چاہئے

ایک صاحب نے اپنی چھوٹی بچی کا تذکرہ کیا کہ وہ اس طرح کے سوالات کیا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟ ہیں تو دکھائی کیوں نہیں دیتے؟ کتنے بڑے ہیں؟ کتنے بڑے پلنگ پر سوتے ہیں؟ فرمایا بچوں کی اس قسم کی باتوں کا اچھی طرح جواب دینا چاہئے، مثلاً ایسے موقع پر یہ کہہ دینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں ان کو کوئی دیکھ نہیں سکتا وہ سوتے بھی نہیں ہیں، اس سے بچوں کے عقائد پر شروع ہی سے اچھا اثر پڑے گا۔

خوبصورت لڑکے کو سر میں بڑے بال نہیں رکھنا چاہئے

ایک امرد طالب علم جس کے چہرے پر ڈاڑھی نہیں تھی، سر پر پٹے نما بڑے بڑے بال رکھائے ہوئے تھا، گھر جاتے وقت حضرت سے ملاقات کے لئے آیا، حضرت نے اس کو نرمی سے سمجھایا اور فرمایا کہ ان بالوں کو کٹا ڈالو، جب ڈاڑھی نکل آئے تب رکھا لینا۔

دل دکھایا ہے تو معافی کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے

ایک طالب علم جنھوں نے حضرت کو ستایا تھا وہ اب اپنے گھر جا رہے تھے، جاتے

وقت حضرت سے معافی مانگی، حضرت نے فرمایا معاف تو کردیا لیکن شکوہ بہرحال ہے، جو تکلیف پہنچی ہے اس کا تو خیال رہتا ہی ہے۔

چھوٹوں کو جوش دلا کر ان کا غلط استعمال مت کرو

فرمایا: مدارس کے حالات اچھے نہیں، طلبہ بیچارے کیا کریں؟ ان کو تو بڑے ہی لوگ آگے کردیتے ہیں، ان کے بغیر تھوڑی وہ کچھ کرتے ہیں، ایک طالبعلم نے ایک استاذ کے بارے میں کہا کہ بوٹی بوٹی کرکے قیمہ بنادوں گا، ابھی جوش میں یہ سب کہہ رہے ہیں، بعد میں جب آنکھیں کھلیں گی، تب معلوم ہوگا کہ کیا نقصان کیا، لیکن اصل قصور ان لوگوں کا ہے جو اپنے اغراض کی وجہ سے ان کی زندگی تباہ کررہے ہیں، اور ان کا غلط استعمال کررہے ہیں، ان طلبہ کی نہ تو آخرت ہی رہی نہ دنیا بنی، **خسر الدنیا والآخرۃ** کے مصداق بن گئے۔

کسی کے عیب کو ظاہر مت کرو

فرمایا: پڑھانے والوں میں اخلاص نہیں رہا، عیب جوئی، عیب گوئی خاص مشغلہ بن گیا ہے، اعتراض کرنا یہ بھی کسی حد تک ٹھیک تھا، جبکہ اصلاح مقصود ہو، لیکن عیوب کا افشاء یعنی کسی کے عیبوں کو ظاہر کرنا، کسی حال میں درست نہیں، میں نے ایک استاذ سے کہا تھا کہ واللہ اگر میں کسی کو زنا کرتے یا لواطت کرتے دیکھ لوں تو کسی ایک سے بھی تذکرہ نہ کروں گا، کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے، شرعاً بھی کسی سے اس کا تذکرہ کرنا جائز نہیں، البتہ اصلاح کی غرض سے ذمہ داروں تک اطلاع پہنچانے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس کی تذلیل کرنا اور اس کے عیب کو گاتے پھرنا، ہرگز جائز نہیں۔

گناہوں کی دو قسمیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ گناہ دو طرح کے ہوتے

61

ہیں، ایک حیوانیت کی وجہ سے، اور ایک نفسانیت کی وجہ سے، نفسانیت کی وجہ سے جو گناہ ہوتا ہے وہ بہت خطرناک ہوتا ہے، اور حیوانیت کی وجہ سے جو گناہ ہوتا ہے اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے معاف کردیں گے، نفسانیت کے گناہ سے وہ گناہ مراد ہیں، جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اللہ تعالیٰ بھی ایسے گناہوں کا معاف نہیں کریں گے۔

ذی استعداد طلبہ کو فراغت کے بعد تدریس میں لگ جانا چاہئے

احقر نے عرض کیا کہ اس سال مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ نے اخیر سال میں طلبہ کے سامنے بہت عجیب تقریر فرمائی تھی کہ ناظرہ اور الف، با، تا، ثا، پڑھانے کو لوگ معمولی چیز سمجھتے ہیں، اور فرمایا کہ کیا بخاری شریف پڑھانے ہی سے ثواب ملے گا اور اسی سے جنت ملے گی؟ اور الف لام زبر اَل اور حا میم زبر حَم کہنے میں ثواب نہیں ملے گا؟ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ضرور ملے گا، پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا جو اہل علم ذی استعداد ہوں ان کو کتابیں پڑھانا چاہئے، احقر نے عرض کیا جن علاقوں میں مسلمان بچوں کی تعلیم کا کوئی بھی نظم نہیں، ان علاقوں کے لوگوں سے حضرت نے یہ بات فرمائی تھی۔

اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں

فرمایا: ذکر اسم ذات پاک (یعنی اللہ اللہ کا ذکر کرتے وقت) بس یہ تصور کرنا چاہئے کہ گویا اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے ہیں بس انہی کا تصور کرے، کسی اور کو دھیان میں نہ لائے، اصلاً تو وہ عرش پر مستوی ہے، **الله على العرش استویٰ**، اور فرشتے اوپر آتے جاتے ہیں، ملائکہ کا نزول اوپر سے ہی ہوتا ہے، اور وحی کا نزول بھی اوپر ہی سے ہوتا تھا تو اس کا کیا مطلب ہے، یہی مطلب تو ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں، لیکن اس استواء کی کیفیت اور حقیقت کیا ہے، ہم کو اس کا علم نہیں۔

اس کو مثال سے اس طرح سمجھو کہ ہمارے متعلق کوئی سوال کرے کہ فلاں صاحب کہاں ہیں تو جواب دینے والا شخص یہ جواب دے گا کہ کمرے میں ہیں، خواہ ہم اس جگہ بیٹھے ہوں یا بالکل کونے پر ہوں، اگر بجائے یہاں بیٹھنے کے ہم اس طرف کو بیٹھے ہوں یا پلنگ پر بیٹھے ہوں تو بھی جواب یہی دیا جائے گا کہ کمرہ میں ہیں اگرچہ بیٹھنے کی جگہ ایک ہی ہوگی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو سمجھ لو کہ اصلاً تو وہ عرش پر مستوی ہیں لیکن دوسرے کے اعتبار سے وہ ہر جگہ ہیں، یہی مطلب ہے اَللّٰہُ عَلیٰ کُلِّ مَکَانٍ اور اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ کا، ہم یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں ہم نے یہ چیز یہاں سے اٹھالی اسی طرح دوسری طرف سے بھی اٹھالی، کیونکہ ہماری گرفت اور قبضہ میں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی گرفت بہت وسیع اور مضبوط ہے، سارے عالم پر وہ حاوی ہے، اس طرح وہ ہر جگہ اور ہر وقت ہر شخص کے ساتھ ہے، اسی کو فرمایا اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ.

62

شاگردوں اور مریدوں کے لئے حضرت شیخ کے چند قیمتی نصائح اور اہم پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد و علیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الراحمین.

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ اپنے متعلقین ومحبین خصوصاً اپنے تلامذہ اور اصلاحی تعلق رکھنے والوں سے وقتاً فوقتاً متفرق ہدایتیں اور اہم نصیحتیں ارشاد فرماتے رہتے تھے، اور یہ سلسلہ سفر وحضر دونوں حالتوں میں قائم رہتا تھا، بلکہ حضر کے مقابلہ میں حالت سفر میں زیادہ اس کے مواقع آتے تھے، حضرت کا آخری سفر جو گجرات میں ''کھروڈ'' اور مدھیہ پردیش میں ''کھنڈوہ'' اور یوپی میں ''ہتورا باندہ'' کا ہوا تھا، یوپی اور ایم پی کے اسفار میں احقر حضرت کے ساتھ تھا، اس سفر میں متفرق موقعوں پر آپ نے اپنے تلامذہ اور مریدین کو اہم نصیحتیں فرمائیں، اس موقع کی نیز بعض دوسرے موقع پر فرمائی ہوئی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی چند نصیحتیں تمام متعلقین ومحبین اور آپ کے تلامذہ ومریدین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، تا کہ حضرتؒ کی ان نصیحتوں اور وصیتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں، اور اس کے مطابق عمل کرنے کی خود بھی کوشش کریں اور دوسروں تک بھی ان باتوں کو پہنچائیں۔

قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن پاک کی تلاوت کا بہت اہتمام تھا، خود بھی زندگی بھر آپ کا یہ معمول رہا کہ روزانہ بلا ناغہ ایک پارہ تلاوت فرماتے تھے، اور رمضان المبارک میں تو تمام ضروری کاموں کے علاوہ سارا وقت تلاوت ہی میں صرف ہوتا تھا، حضرت

اقدسؒ اپنے تمام متعلقین ومحبین خصوصاً تلامذہ اور اصلاحی تعلق رکھنے والوں کونصیحت فرماتے تھے کہ قرآن پاک کی تلاوت کا بہت اہتمام کرو، جولوگ حافظ قرآن نہیں ہیں وہ روزآنہ دیکھ کر تین پارے یا ایک پارہ کی تلاوت کیا کریں، ایک پارہ نہ کرسکیں تو آدھا پارہ ہی کریں، ناغہ نہ کریں، اور جولوگ حافظ قرآن ہیں وہ نوافل میں، تہجد یا اوابین میں ایک پارہ کا معمول بنالیں، وقت میں گنجائش نہ ہوتو نصف پارہ ہی پڑھ لیا کریں، لیکن نوافل میں قرآن پاک پڑھنے کی عادت ڈالیں، اس کے بڑے فوائد ہیں، جن کا قرآن پاک کچّا ہے وہ سنتوں اور نوافل میں ایک ایک رکوع پڑھنے کی عادت ڈالیں، اس طرح رفتہ رفتہ ان کا قرآن پاک بھی پختہ ہوجائے گا، خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے حافظ قرآن نہ ہونے پر بہت افسوس فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کاش میں بھی حافظ قرآن ہوتا تو میں بھی نوافل میں قرآن پاک پڑھتا، حافظ نہ ہونے کی وجہ سے قرآن پاک نوافل میں نہیں پڑھ سکتا، حفظ قرآن کی قدر تو بڑھاپے میں معلوم ہوتی ہے، کچھ نہ کرسکے تو لیٹے لیٹے قرآن پاک ہی پڑھتا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت دی ہے ان کو اس کی قدر کرنا چاہئے، اور اپنی اولاد کو حافظ قرآن ضرور بناؤ، اس کی قدر بعد میں معلوم ہوگی۔

درود شریف کی کثرت کا اہتمام

حضرت والا اپنے تمام متعلقین اور مریدین کو درود شریف پڑھنے کی بہت ہدایت فرماتے تھے، بعض مریدین نے حضرت والا سے عرض کیا کہ بارہ تسبیحات کا ذکر جوآپ نے بتلایا ہے اس کو پورا کرلیتا ہوں، قرآن پاک کی تلاوت بھی کرلیتا ہوں، وقت میں گنجائش ہے کچھ اوراذکار بتلادیجئے، فرمایا درود شریف کا اہتمام کرو، جتنا وقت بچے اس میں درود شریف پڑھا کرو، درود شریف پڑھنے کے بڑے فضائل ہیں، ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، حضرت ابی ابن کعبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا تھا کہ میں آپ پر کتنا درود پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا جتنا چاہو، عرض کیا چوتھائی

وقت؟ آپ نے فرمایا اور زیادہ کروتو اور بہتر ہے، عرض کیا نصف وقت میں؟ فرمایا جتنا چاہو، اور زیادہ کرلوتو تمہارے لئے اور بہتر ہے، عرض کیا دوثلث؟ آپ نے فرمایا جتنا چاہو، اور زیادہ کرلوتو اور بہتر ہے، عرض کیا کہ پھرتو پورے وقت آپ پر درود ہی پڑھا کروں گا، آپ نے فرمایا پھر تو اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہ معاف فرمادے گا، اور تمام مہمات اور پریشانیوں کی طرف سے تمہاری کفایت کرے گا۔ (مشکوۃ شریف ص۸۶، ج۱)

جولوگ آپ کی مجلس میں بیٹھتے خصوصاً جمعہ کے دن بعد عصر آپ بار باران سے فرماتے خالی مت بیٹھو، خاموش مت بیٹھو، درود شریف پڑھو، درود شریف پڑھو، خود بھی درود شریف پڑھتے رہتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید فرماتے، بعض عمر رسیدہ حضرات جو گویا اپنی عمر کی آخری منزلیں طے کررہے تھے، انہوں نے حضرت والا سے حسن خاتمہ کی دعا کی درخواست کی، حضرت نے ان سے فرمایا بس درود شریف کی کثرت رکھو، تمام خالی اوقات میں درود شریف خوب پڑھا کرو۔

اپنی خطاؤں اور اپنے عیبوں کو پیش نظر رکھو!

دوسروں کے عیبوں کومت دیکھو!

حضرتؒ کے کھنڈوہ کے سفر میں ایک مجلس میں حضرت کے خاص متعلقین ومحبین اور اصحاب علم موجود تھے، ان سب کو نصیحت کرتے ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا اپنے عیبوں پر نظر رکھو، اور اپنے گناہوں کو یاد کرتے رہو، حدیث شریف میں آیا ہے وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ یعنی اپنے گناہوں کو یاد کرکے روتے رہا کرو، توبہ واستغفار کرتے رہو، ایک روایت میں ہے کہ تمہارے گناہ اور تمہارے عیوب تم کو دوسروں کے عیوب اور خطاؤں پر نظر ڈالنے سے باز رکھیں، مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے عیبوں اور خطاؤں پر نظر مت کرو، بلکہ اپنے عیبوں اور اپنی خطاؤں کو پیش نظر رکھو، اور توبہ واستغفار کرتے رہو، مجلس میں ایک

صاحب علم نے عرض کیا کہ حضرت توبہ واستغفار کرتا ہوں، اور صلوٰۃ التوبہ بھی وقتاً فوقتاً پڑھتا رہتا ہوں، صلوٰۃ الحاجہ اور صلوٰۃ التوبہ الگ الگ پڑھتا ہوں، حضرت نے ارشاد فرمایا صرف صلوٰۃ التوبہ پڑھ لینا کافی نہیں، تنہائی میں بیٹھ کر اپنی خطاؤں اور گناہوں کو خوب سوچو، سوچ سوچ کر آنسو بہاؤ، روؤ اور اللہ تعالیٰ سے خوب توبہ واستغفار کرو، اور آئندہ احتیاط رکھو۔

بدنگاہی خطرناک مرض ہے، اپنی نگاہوں کی حفاظت رکھو!

خاص اہل علم کی مجلس میں نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نگاہ کی بہت حفاظت کرو! یہ مرض بہت لوگوں میں پایا جاتا ہے، اگر کوئی شادی شدہ ہے اس کی بیوی بھی موجود ہے، پھر بھی اس کے اندر یہ مرض پایا جاتا ہے، بیوی ہونے کے باوجود اس کی نگاہیں دوسری عورتوں پر پڑتی ہیں، تو یہ اس کے خباثت نفس کی دلیل ہے، یہ اس کا باطنی مرض ہے، اس کو اپنے مرض کا علاج کرنا چاہئے، یہ بہت مہلک مرض ہے، مدینہ پاک میں ہم نے ایک نوجوان کو دیکھا بڑا متقی وپرہیزگار تھا، پیر جمعرات کا روزہ رکھتا تھا، ایک دکان کے پاس سے چند عورتیں گزریں اس نے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا، اس کی طرف توجہ ہی نہیں کی، یہی تقویٰ ہے، نگاہ کا اٹھانا نہ اٹھانا تو اختیاری امر ہے، آدمی ہمت سے کام لے، نفس کے تقاضے کو دبائے، قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کرنے سے بھی اس مرض سے نجات مل جاتی ہے، نفس کا مقابلہ آسان ہوجاتا ہے۔

صدقہ کا مال پاکیزہ مال کو بھی برباد کردیتا ہے

حضرت کے بہت خاص متعلقین اہل علم تشریف لائے تھے حضرت نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا حرام مال سے پرہیز کرنا، مال حرام کا ایک لقمہ تمہارے منہ میں نہیں جانا چاہئے، حدیث پاک میں آیا ہے جو جسم مال حرام سے پرورش پاتا ہے وہ جسم دوزخ میں جائے گا، مدرسہ والوں کو بہت احتیاط کرنا چاہئے، صدقہ وزکوٰۃ کا مال تو ان

لوگوں کا حق ہے جو اس کے مصرف اور مستحق ہیں صدقہ کا تھوڑا مال بھی ہمارے تمام مال کو برباد کردے گا، یہ مضمون حدیث پاک میں آیا ہے کہ صدقہ کا تھوڑا مال تمہارے کل مال کو ہلاک کردے گا، اس لئے اس کا بہت خیال رکھو کہ صدقہ اور زکوٰۃ کا مال ہمارے مال میں شامل نہ ہونے پائے اور ہم اس کے استعمال کرنے والے نہ بنیں، ورنہ تھوڑا مال کل مال کی ہلاکت کا ذریعہ بنے گا، اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے۔

اپنے ماں باپ کی اور اپنے صالح بیٹے کی قدر کرو!

حضرت اقدسؒ نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ماں باپ اللہ تعالیٰ کی ایسی بڑی نعمت ہیں کہ پوری دنیا میں اس کا کوئی بدل نہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت دی ہو، جن کے ماں باپ زندہ ہوں ان کو اس نعمت کی قدر کرنا چاہئے، ماں باپ ایسی نعمت ہیں کہ تم پر احسان کریں گے، اور بھول جائیں گے، دوسرا کوئی تم پر چھوٹا احسان کرے گا وہ بھی یاد رکھے گا، لیکن ماں باپ بڑے سے بڑا احسان کریں گے اور بھول جائیں گے، اس لئے ان کی بہت قدر کرنا چاہئے، ان کی خدمت کرو، ان کے ساتھ محبت وعظمت سے پیش آؤ، جس چیز کی ان کو ضرورت ہو اس کا انتظام کرو، ان کے جوتے سیدھے کرو، نرمی سے بات کرو، ان کا جی خوش کرو، دیکھو وہ ہم سے خوش ہوتے ہیں یا نہیں، بڑے ہو کر بھی ان کے جوتے سیدھے کرو، اور ان کی خدمت کرو، اسی طرح نیک اولاد بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، ماں باپ کو چاہئے کہ جن کو اللہ نے نیک اولاد دی ہو اس پر اللہ کا شکرادا کریں، اپنی اولاد کی بھی قدر کریں، اس کی قدر ان سے پوچھو جن کی اولاد نافرمان ہے، جو خون کے آنسو روتے ہیں، کڑھ کڑھ کر رہتے ہیں، اس لئے نیک اولاد کی بہت قدر کرو اور اللہ کا شکرادا کرو۔

تمام اہل علم اور فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے حضرتؒ کی چند نصیحتیں

آسٹریلیا کے رہنے والے ایک طالبعلم نے حضرتؒ کی خدمت میں لکھا: بندہ متعلم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ (ماٹلی والا بھروچ گجرات) اس سال دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے آئندہ مہینہ سند فراغت اور دستارِ فضیلت پا رہا ہے، بعدہٗ وطن کے لئے عازم ہے، لہٰذا آنحضرت مدظلہ سے عرض ہے کہ مجھے ادعیۂ صالحہ اور نصائح غالیہ سے نوازیں، حضرت اقدسؒ نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) عزیز من! آپ نے دین کا علم پڑھا ہے اس لئے آپ اپنے لئے اسی کو منتخب کریں، اسی کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں، چند باتیں لکھتا ہوں جو اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے پسند کرتا ہوں۔

(۲) تصحیح نیت واخلاص کا اہتمام۔

(۳) اتباعِ سنت پر مداومت۔

(۴) معاصی سے کلی اجتناب اور مواقع معاصی سے حتی الوسع دوری۔

(۵) تعلیم دین سے اشتغال اور اشاعتِ دین کی مکمل فکر۔

(۶) تبلیغ سے حتی الوسع ربط۔

(۷) تزکیہ (یعنی) اصلاح کی غرض سے اہل اللہ سے تعلق اور ان کی ہدایت پر عمل۔

(۸) اصلاح فی ما بین المسلمین کا اہتمام اور منازعت سے کلی گریز۔

(۹) قدرے نوافل کا اہتمام۔

(۱۰) اپنے اندر اللہ پاک کی محبت پیدا کرنے کی فکر۔

محمد یونس مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/رجب ۱۴۱۱ھ

65

تعلیم وتدریس اور تبلیغ حتی الوسع تینوں کام کیجئے!

اسی طرح کے ایک اور خط میں ایک شاگرد کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

عزیزم سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دین سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو سکھانا سبھی ضروری ہے۔

تدریس وتعلیم میں بھی مشغول رہنا چاہئے، اور حسب استطاعت تبلیغ میں بھی حصہ لینا چاہئے، حدیث میں ہے:

إنّ اللّٰہ تعالیٰ لم یبعثنی معنّتاً ولا متعنّتاً ولکن بعثنی معلّماً میسّراً. (رواہ احمد ص ۳۲۸، ج ۳)

مسند دارمی، سنن ابن ماجہ ص ۲۱ میں ہے: **إنّما بعثنی معلّماً،** دیکھو مشکوٰۃ ص ۳۶۔

مسند احمد ص ۱۰۱، ج ۴ حضرت معاویہؓ کی حدیث میں ہے: **إنّما أنا مبلّغ والله یهدي.**

مسلم ص ۴۸۲، ج ۱، ترمذی ۲۰۵، ج ۲ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے: **إنّ الله أرسلنی مبلّغاً ولم یرسلنی متعنّتاً،** یہ مسلم کے الفاظ ہیں، ترمذی کے الفاظ ہیں: **إنّما بعثنی الله مبلّغاً ولم یبعثنی متعنّتاً.**

العبد محمد یونس، واللہ اعلم

صحیح علم کے بغیر تبلیغ کا کوئی اعتبار نہیں

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إنّما بعثت معلّماً،** میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور ایک روایت میں ہے: **إنّما بعثت مبلّغاً،** مجھ کو تبلیغ کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تبلیغ اٹکل پچّو سے نہیں ہوتی کہ جو منھ میں آیا کہہ دیا، نہیں، تبلیغ علم کی بنیاد پر ہوتی ہے، اسی لئے فرمایا **إنما بعثت معلّماً**، میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، میں مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہوں، آپ اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کے میدان میں اُسی وقت داخل ہوں گے جب آپ کے پاس علم ہوگا، اُس کے بعد ہی آپ اس کے مطابق لوگوں کو راستہ دکھلائیں گے، یہیں سے معلوم ہوا کہ علم کا درجہ اول ہے، تبلیغ کا درجہ ثانی ہے (یعنی تبلیغ سے پہلے علم ضروری ہے) اور تبلیغ وہی معتبر ہے جو علم کے مطابق ہو، اور اگر علم کے مطابق نہیں تو تبلیغ کا کوئی اعتبار نہیں۔

میرا قصور اور میرا کہا سنا معاف کرنا

حضرت نے اپنے متعلقین، محبّین اور اپنے تلامذہ اور خدّام سے بار بار ارشاد فرمایا بھائی کسی کو ستاؤ نہیں! اپنا معاملہ ہر ایک سے بالکل صاف رکھو، کوشش کرو کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو، بھائی اگر میں نے کسی کو کہا سنا ہو، میری ذات سے جس کو تکلیف پہنچی ہو مجھے معاف کرنا، اپنے خدّام سے کہا میری ذات سے اگر کسی کو تکلیف پہنچی ہو میرے مرنے کے بعد میری طرف سے ان سے معافی مانگ لینا، اگر میرے اوپر کسی کا قرض نکل آئے میری طرف سے قرض ادا کر دینا، اور مجھے کبھی کبھی کچھ پڑھ کر بخش دیا کرنا، وہ عالَم تو ایسا عالَم ہے کہ بڑے بڑے اولیاء بھی اس کی تمنا کرتے ہیں کہ میرے پاس کہیں سے ہدیہ آجائے یعنی مجھے کوئی ثواب پہنچادے، بچّو! میرے آگے پیچھے تو کوئی ہے نہیں نہ بیوی نہ بیٹا، بس تمہیں لوگ ہو، مجھ کو پڑھ کر ثواب بخشتے رہنا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے چند علمی کمالات

مرتب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کی سیرت اور آپ کے علمی و عملی کمالات پر متعدد اہل علم واصحاب قلم نے رسائل ومضامین لکھے ہیں، احقر نے بھی اس سلسلہ میں چند رسائل تحریر کئے ہیں، ایک رسالہ ''حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے متعلق ضروری وضاحت اور چند علمی مباحث'' پر مشتمل ہے، جو الحمد للہ! طبع ہو رہا ہے، دوسرا رسالہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی واصلاحی ارشادات وملفوظات پر مشتمل ہے، جس کی پہلی قسط الحمد للہ تیار ہو چکی ہے، باقی زیر ترتیب ہے، تیسرا رسالہ احقر نے حضرت اقدسؒ کے علمی کمالات پر لکھا تھا جس میں حضرتؒ کے چند علمی کمالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اسی رسالہ میں حضرتؒ کے درس کی خصوصیات اور یہ کہ حضرتؒ کو یہ بلند مقام کیسے نصیب ہوا؟ اس کے ظاہری وباطنی اسباب کیا ہیں، لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے یہ مضمون اس رسالہ میں شامل نہیں کیا جاسکا، چوتھا رسالہ جو حضرت اقدسؒ کے عملی کمالات پر مشتمل ہوگا، اس میں انشاء اللہ یہ دونوں مضمون بھی شامل کردیئے جائیں گے، پانچواں رسالہ حضرت اقدسؒ کے تلامذہ اور منتسبین ومتوسلین کے لئے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی ہدایات ونصائح پر مشتمل ہوگا، اس کا بھی کچھ حصہ الحمد للہ شائع ہو رہا ہے، پیش نظر رسالہ حضرتؒ کے علمی کمالات پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائے اور عوام وخواص سب کے لئے مفید اور نافع بنائے۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۲/ جمادی الآخر ۱۴۳۹ھ

67

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین

والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

محمد و علیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الراحمین.

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے چند علمی کمالات

فن حدیث سے اشتغال اور اس کے برکات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کا تعارف، آپ کی شہرت اور آپ کی مقبولیت ومحبوبیت کی بڑی وجہ فن حدیث سے غیر معمولی اشتغال اور اس فن شریف کی اخلاص وتوجہ کے ساتھ خدمت کرنا ہے، یوں کہنا چاہیے کہ آپ نے اپنی پوری زندگی احادیث مبارکہ اور سیرت نبویہ کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی اشاعت میں صرف فرمادی۔

بعض علماء محققین نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک سے اشتغال رکھنے والا اور اس کی خدمت کرنے والا خواہ وہ کسی نوعیت سے ہو مثلاً پابندی سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا، قرآن کی بنیادی تعلیم دینے والا، ناظرہ یا حافظہ پڑھانے والا، قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھانے والا یا لکھنے والا، الغرض قرآن پاک کی کسی نوع سے اخلاص کے ساتھ خدمت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں کئی طرح سے انعام واکرام فرماتا ہے، ایک تو یہ کہ وہ بھوکا نہیں رہتا یعنی اللہ تعالیٰ اس کی معاش کی کفالت فرماتا ہے، دوسرے اللہ تعالیٰ اس کو عزت دیتا ہے، تیسرے اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو اخیر دم تک ایسی بیماریوں اور ایسے عوارض سے محفوظ رکھتا ہے جن کی وجہ سے آدمی بالکل معذور ومفلوج ہوجائے، مثلاً دیکھنے سننے سمجھنے اور چلنے پھرنے سے معذور ہوجائے یا اس کو کوئی ایسا مرض لاحق ہوجائے جس کی وجہ سے اس کی زندگی بالکل مفلوج ہو کر رہ جائے اور اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو یا تو وقتی اور عارضی ہوتا ہے اور اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ

اپنے مخلص بندوں کے ساتھ ان کی راحت رسانی اور خدمت کے غیب سے اسباب پیدا فرما دیتا ہے، یہ اکرام واعزاز تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں ہوتا ہے، آخرت میں جو ہوگا تو اس کا تو پورے طور پر اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا، اس سلسلہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی اور مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنے اپنے تجربات لکھے ہیں، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جتنی مدت تک میں بیان القرآن لکھتا رہا، اتنی مدت میں کبھی میرے سر میں درد نہیں ہوا اور کبھی میرا کان گرم نہیں ہوا، یعنی بیمار نہیں ہوا۔ (ملفوظات حکیم الامت)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب انتہائی سخت اور مایوس کن بیماری کی حالت کو پہنچ چکے تھے اور اس وقت معارف القرآن لکھنے کا سلسلہ جاری تھا لیکن اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے خلاف توقع ایسی صحت نصیب فرمائی اور وہ کام لیا جس کی حضرت مفتی صاحبؒ کو توقع بھی نہیں تھی۔

متعدد حضرات اہل علم نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث پاک چونکہ قرآن پاک کی تفسیر وتوضیح ہے، یعنی قرآن پاک میں مجمل اور اصولی احکام کی تفصیل احادیث مبارکہ میں کی گئی ہے اس لئے مختلف جہتوں سے حدیث پاک بھی قرآن کے حکم میں ہے جس کی حفاظت کا اللہ نے وعدہ کیا ہے اور جو انوار وبرکات قرآن پاک کے ہوتے ہیں، درجات کے فرق کے ساتھ احادیث مبارکہ کی خدمت کرنے والوں کو بھی وہ برکات حاصل ہوں گے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

حدیث پاک کی خدمت کرنے والوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خصوصی دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک کی خدمت کرنے والوں کو دعا دی ہے اور اس بشارت سے نوازا ہے کہ **نضر اللّٰہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظه حتى يبلغه غيره** (رواه الترمذي، ابواب العلم) یعنی اللہ تعالیٰ تر وتازہ اور خوش وخرم رکھے میرے اس

68

امتی کو جو ہم سے حدیث پاک کو (بالواسطہ یا بلاواسطہ) سنے پھر اس کو اچھی طرح محفوظ رکھے اور دوسروں تک پہنچا دے (تبلیغ وتعلیم کے ذریعہ یا تدریس وتصنیف کے ذریعہ) سب صورتیں اس میں داخل ہیں۔

شرّاحِ حدیث نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ خدام حدیث کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا اور بشارت کا تعلق دنیا سے بھی اور آخرت سے بھی، دنیا میں تو اللہ تعالیٰ خدّام حدیث کو یہ نعمت نصیب فرمائے گا کہ ان کا چہرہ منور وروشن اور بارونق رکھے گا اور قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ ان کی عزت اور قدر ومنزلت کو بڑھا دے گا اور لوگوں کے دلوں میں ان کا رعب اور ہیبت ڈال دے گا، یہ تو دنیا میں ہوگا اور آخرت میں دعا کا ظہور اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خدام حدیث کو جنت کی بڑی بڑی نعمتوں سے نوازے گا، چنانچہ علامہ مناویؒ نے حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے:

معناه حسّن اللّٰه وجهه فى الناس اي جاهه وقدرهٗ ثم إنّ قوله نضّر يحتمل الخبر والدعاء فيحتمل كونه فى الدنيا وكونه فى الآخرة، وكونه فيهما .....قال الحافظ العراقى معناه البسه النضرة وخلوص اللون يعنى جمّله اللّٰه وزيّنه أو معناه اوصله اللّٰه الى نضرة الجنة وهى نعمها قال تعالىٰ تعرف فى وجوههم نضرة النعيم . (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ص۲۷۱ ج۶)

حدیث پڑھانے والوں اور کسی بھی جہت سے حدیث پاک کی خدمت کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی یہ برکت اور یہ انعام ان کو دنیا میں ضرور ملتا ہے، اگر کبھی اس کے خلاف ہو تو وہ ہماری کسی بدعملی وبدخلقی یا کسی اور کوتاہی ومعصیت کا نتیجہ ہوگا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہم کو محروم کر دیا، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان غلط اور آپ کی دعا بے اثر نہیں ہو سکتی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب پر حدیث کے برکات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی روشنی میں (جو آپ نے حدیث شریف کی خدمت کرنے والوں کو دی ہے) ہم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ کو دیکھتے ہیں تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بے شک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے مصداق تھے کیونکہ آپ خدمتِ حدیث کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آپ کی پوری زندگی علوم شرعیہ خصوصاً حدیث شریف کے پڑھانے میں صرف ہوئی، ۱۳۸۱ھ میں آپ مظاہر علوم میں معین مدرس بنائے گئے، ۱۳۸۴ھ میں مشکوۃ شریف پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی اور ۱۳۸۶ھ میں ابوداؤد، نسائی شریف، مسلم شریف، ابن ماجہ، موطأ زیرِ درس رہیں، ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف پڑھانے کا شرف حاصل ہوا جو ۱۴۳۸ھ تک جاری رہا، اس طرح حدیث شریف کی خدمت کرنے کی مدت ۵۵/سال ہوئی جس میں اکیاون سال آپ کو بخاری شریف پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی، آپ کی پیدائش ۱۳۵۵ھ میں اور وفات ۱۴۳۸ھ میں ہوئی، کل عمر ۸۳ برس ہوئی گویا عمر کا بڑا حصہ آپ کا حدیث شریف کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی نشر و اشاعت میں صرف ہوا، آپ جیسے خادم حدیث شریف اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مستحق نہ ہوں گے تو کون ہوگا؟ حدیث شریف کی خدمت کے انوار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک دعا ہی کے اثرات تھے کہ آپ کا چہرہ ہر دم تروتازہ روشن اور چمکدار رہا کرتا تھا، قدرتی طور پر آپ کا ایسا رعب اور ہیبت طاری رہتی تھی کہ بہت سے بڑے عہدیدار افسران اور سیاسی رہنما اور لیڈران قوم کی بھی آپ کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی بلکہ بڑے بڑے رؤساء و اغنیاء بھی آپ کے سامنے آنے سے ہیبت محسوس کرتے تھے۔

ایک واقعہ

ایک صاحب نے واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ کسی نے مخبری کردی کہ مدرسہ مظاہر علوم میں شیخ الحدیث کے حجرہ میں ہتھیار رکھے ہوئے ہیں چنانچہ تفتیش کے لئے خفیہ ایجنسی پولیس محکمہ کا ایک وفد سیدھے شیخ الحدیث صاحب کے کمرہ میں آپہنچا، اس وقت حضرت کے حجرہ میں کچھ ذاکرین ذکر میں مشغول تھے اور حضرت اقدس کے ہاتھ میں تسبیح تھی، آپ بھی ذکر میں مصروف تھے، پولیس اندر داخل ہوئی اور اللہ اللہ کی صداؤں اور ذکر کی نورانی محفل نے پولیس کو حیرت میں ڈال دیا، حضرت شیخ الحدیثؒ کے سامنے زیادہ بولنے کی جرأت نہ ہوئی، ادب سے عرض کیا کہ ہم کو شکایت ملی ہے کہ آپ کے یہاں ہتھیار رکھے ہوئے ہیں، حضرت کے ہاتھ میں تسبیح تھی حضرت نے اس کی طرف اشارہ کرتے اور تسبیح کو حرکت دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا ہتھیار یہ ہے، حضرت کے اس فرمان کا اس پولیس افسر پر ایسا اثر ہوا اور وہ اس قدر مرعوب وہیبت زدہ ہوا کہ آگے کچھ بول ہی نہیں سکا اور الٹے پاؤں واپس چلا گیا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعاء ہی کی برکت اور حدیث شریف کی خدمت کا اثر تھا کہ ایک طرف آپ کے نورانی چہرہ کی طرف غیر معمولی کشش بھی ہوتی تھی دوسری طرف آپ کا قدرتی رعب بھی تھا، آپ کے چہرہ کی نورانیت کا حال یہ تھا کہ انتقال کے وقت اور انتقال کے بعد بھی دیکھنے والوں نے بتایا کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے چہرہ نور سے چمک اٹھا تھا، یہ تو دنیا میں ہوا، آخرت میں ان شاء اللہ ضرور اللہ تعالیٰ آپ کو تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ کا مصداق بنائے گا، اللّٰهم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین .

حدیث شریف پڑھانے سے غیر معمولی شغف

حدیث پاک پڑھانے میں آپ کی اس قدر مشغولی اور اس کے مطالعہ میں ایسا انہماک ہوتا تھا کہ بسا اوقات اذکار و نوافل پر بھی اسکو ترجیح دیتے تھے خصوصاً ایام تدریس

میں احقر نے اپنی زمانۂ طالب علمی میں بھی دیکھا کہ فجر کی نماز کے بعد دارِ قدیم میں مسجد کلثومیہ کے متصل اپنے چھوٹے سے حجرہ میں ذکر بارہ تسبیح جہر وضرب کے ساتھ بہت پابندی سے کیا کرتے تھے، بعد میں فجر کی نماز کے بعد آپ کے حجرہ میں اور بھی ذاکرین آنے لگے اور باقاعدہ ذکر کی مجلس ہونے لگی، لیکن جن ایام میں آپ کو بعد فجر بخاری شریف کا سبق پڑھانا ہوتا خصوصاً جمعہ کے دن، ان ایام میں آپ ذکر کا معمول بالکل موقوف فرمادیتے اور بجائے ذکر کے تدریس میں مشغول ہوجاتے، احقر کی زمانۂ طالب علمی میں گرمی کے دنوں میں بعد فجر حضرت کا بخاری شریف ج ۲ کا سبق ہوتا جو تقریباً گیارہ بجے تک یعنی چھ سات گھنٹہ مسلسل جاری رہتا، اسی طرح بعد مغرب ہمیشہ آپ کا معمول اوابین پڑھنے کا رہا لیکن جن ایام میں (اخیر عمر میں بھی) بعد مغرب جب بخاری شریف کا درس ہوتا تو آپ مغرب کے بعد کی صرف دو سنتیں مؤکدہ ادا فرماتے اور فوراً درس بخاری کے لئے دار الحدیث تشریف لے جاتے، یعنی وقت کی کمی یا وقت میں مزاحمت کی صورت میں آپ نے ہمیشہ ذکر وتلاوت اور نوافل کے مقابلہ میں تدریس کو ترجیح اور فوقیت دی ہے اور اس سلسلہ میں آپ کا ذوق اور طرز عمل ٹھیک اس حدیث نبوی کے مطابق تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دین کی ایک بات سیکھ لینا ہزار رکعات نماز سے بھی افضل ہے، **كما فی روایة ابن ماجة عن ابی ذر لأن تغدو فتعلم باباً من العلم، عمل به أو لم يعمل خير من أن تصلى ألف ركعة.**

(ابن ماجہ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ حدیث ۲۱۹)

نیز دارمی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ دو شخص ہیں ایک تو نہایت عابد وزاہد ہے جو دن بھر روزہ رکھتا، رات بھر عبادت میں مشغول رہتا اور دوسرا شخص عالم دین ہے جو صرف فرائض کی پابندی کرتا ہے اور فرائض سے فارغ ہوکر لوگوں کو خیر کی اور دین کی باتوں کی تعلیم میں مشغول ہوجاتا ہے، ان دونوں میں کون

زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا اس عالم کی فضیلت جو فرائض پڑھ کر تعلیم دین میں مشغول ہوجاتا ہے اس عابد کے مقابلہ میں (جو دن بھر روزہ اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتا ہے) ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ اور معمولی شخص کے مقابلہ میں۔ روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فضل هذا العالم الذي يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلّم الناس الخير على العابد الذي يصوم النهار ويقوم الليل كفضلي على أدناكم.

(رواہ الدارمی، مشکوۃ شریف، کتاب العلم الفصل الثالث ۱/۴۶۴)

آپ کے درس میں احادیث کی تشریح، امور خیر کی تعلیم، احکام شرعیہ کی تفہیم اور دیگر امور دینیہ کی تبلیغ ہوتی ہے اس لئے یقین سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ درسِ حدیث میں مشغول رہنے والا شخص ذکر ونوافل میں مشغول رہنے والے سے بدرجہا افضل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق جب ایک شرعی مسئلہ کا سیکھ لینا ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ پچاسوں حدیثوں کے پڑھانے کے ضمن میں کتنے مسائل کا سیکھنا سکھانا ہوجاتا ہے، ایک درس حدیث وفقہ میں کتنی ہزار رکعات پڑھنے کا ثواب ملتا ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، یہ وجہ تھی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ وقت میں تنگی اور تزاحم کی صورت میں ذکر ونوافل کے مقابلہ میں حدیث میں مشغول ہونے اور درس دینے کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

فنِ حدیث میں اکابر علماء ومشائخ کا آپ پر اعتماد

فن حدیث میں آپ کے تبحر وتفوق کا اندازہ اس سے لگانا چاہیے کہ آپ کو مسندِ حدیث پر بیٹھے ہوئے بہت عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وقت کے اکابر علماء وفقہاء اور مشائخ دین واصحاب تبلیغ اور دانشوران قوم حدیث کی تحقیق کے سلسلہ میں آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے تھے، احقر نے آپ کے علمی مکاتیب مرتب کرنے کی خدمت آپ ہی کے حکم سے

انجام دی تھی، ان مکاتیب میں بڑی تعداد کبار علماء ومشائخ اور ارباب فتاویٰ کے خطوط کی ہے جنہوں نے مختلف احادیث کے سلسلہ میں حضرت اقدسؒ کی طرف رجوع فرمایا تھا بلکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے پاس احادیث مبارکہ کی تحقیق کے سلسلہ کے جتنے مکاتیب آتے تھے حضرت شیخ اپنے لائق شاگرد حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ ہی کے حوالہ فرمادیا کرتے تھے، چنانچہ ایک مکتوب میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''عنایت نامہ پہنچا، یہ ناکارہ اپنی آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے اب خط وکتابت اور مراجعت کتب سے بالکل معذور ہوگیا ہے اس لئے آپ کا کارڈ مکرم مولانا محمد یونس صاحب مدرس حدیث مظاہر علوم کے حوالہ کررہا ہوں وہ اس کا جواب دیں گے'' (نوادر الحدیث، ص ۴۹۶)

بلکہ بسا اوقات خود شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کو کسی موقع پر علمی خلجان ہوتا تو اپنے محبوب ولائق شاگرد حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے ذریعہ اس کو دور کرنے کی کوشش فرماتے، چنانچہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی محمد یونس صاحب! رات اتفاق سے اردو تقریر بخاری کسی نے سنائی، دونوں مضمون حدیث کے ہیں، ان دونوں میں جمع ہونا چاہیے، جمع کی کوئی توضیح تمہارے ذہن میں ہوتو تحریر فرمادیں کہ پلیٹ پر تصحیح کردی جائے۔ (نوادر الفقہ ۳۵۷)

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''عزیزم مولوی محمد یونس! بعد سلام مسنون ''**باب الدعاء اذا انقطعت السبل**'' میں حافظ لکھتے ہیں......اس عبارت کو ''میریہ'' نسخہ سے مقابلہ کرلیں، خطبۃ الاستسقاء کی صورت میں تعقب بظاہر منطبق نہیں ہورہا ہے۔ (نوادر الحدیث ۳۰۵)

بسا اوقات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مدینہ پاک میں مقیم ہوتے اور کسی حدیث کی تحقیق کی ضرورت پیش آتی تو مدینہ طیبہ سے سہارنپور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ کے پاس خط لکھا کہ اس حدیث

کی تحقیق کرکے مطلع کرو مثلاً:

سونے سے قبل چند کام کرنے والی مشہور حدیث پاک کہ ایک قرآن پاک پڑھ کر سویا کرو، جنت کی قیمت ادا کرکے سویا کرو، چار ہزار صدقہ کرکے سویا کرو، الخ حضرت شیخ نے مدینہ پاک سے حضرت مولانا محمد یونس صاحب کو خط لکھا کہ یہاں (مدینہ پاک اور اس کے اطراف میں) یہ حدیث گشت کررہی ہے اس کی تحقیق کرکے بھیجو، حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ نے جواب تحریر فرمایا:

''مجھے معلوم نہیں، یہاں بھی گذشتہ سال بہت اشاعت ہوئی مختصر طور پر تلاش بھی کی اور دوسرے ارباب علم سے استفسار بھی کیا لیکن کہیں پتہ نہ چلا، اب اگر آپ تحقیق وجستجو فرماکر معلن کا پتہ لگالیں اور پھر ان سے تحقیق کرلیں تو ہمیں بھی فائدہ ہوجائے۔'' (نوادر الفقہ ۱۴۹)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے حدیث:

''**من استطاع منکم أن لا ینام یوماً ولا یصبح صبحا إلا وعلیه إمام فلیفعل**'' کے متعلق استفسار فرمایا کہ ابن عساکر کے علاوہ اور کس نے اس کی تخریج کی ہے؟ ابن عساکر سے ان کی کونسی کتاب مراد ہے؟ حضرت شیخ نے اس کا جواب تحریر فرمایا۔ (نوادر الفقہ ۴۹۸)

اس کے علاوہ بھی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے متعدد احادیث کے سلسلہ میں آپ سے استفسار فرمایا ہے، (ملاحظہ ہو: الیواقیت الغالیہ ۱/۲۷۲)

نیز شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار صاحب، مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب صدر مفتی مظاہر علوم سہارنپور، مفتی منظور احمد کانپوری، مولانا عبیداللہ بلیاوی اور مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری (مرکز نظام الدین دہلی) وغیرہم کے مکاتیب بھی ہیں، جن میں ان اکابر نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے علمی تحقیق کے سلسلہ میں مراجعت فرمائی ہے۔

ان سب مکاتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وقت کے اکابر علماء ومشائخ، اساتذۂ حدیث واصحابِ تبلیغ اور اربابِ افتاء سب ہی حضرتؒ سے فنِ حدیث کے سلسلہ میں مراجعت فرماتے تھے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس
اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی کی علمی مجلس

احقر کے زمانۂ طالب علمی میں حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی بعد عصر علمی مجلس دارِ جدید میں آپ کے حجرہ میں ہوا کرتی تھی، احقر کا افتاء کا سال تھا، ''**الاشباہ والنظائر**'' اور ''**قواعد الفقہ**'' حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی سے متعلق تھی اور **درمختار ورسم المفتی** شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب سے متعلق تھی، عصر کے بعد کی مجلس میں عموماً علمی وفقہی سوالات بھی کثرت سے ہوا کرتے تھے، بسا اوقات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ بھی حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں تشریف لے آتے اس وقت مجلس کا رنگ ہی بدل جاتا اور وہ مجلس بڑی علمی اور پرلطف ہوا کرتی تھی۔

شادی میں لڑکی والوں کے یہاں دعوت مسنون ہونے کی تحقیق

ایک مرتبہ عصر کے بعد کی مجلس میں احقر کی موجودگی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب تشریف لے آئے، حضرت مفتی صاحب نے اپنے قریب بغل میں بڑی عظمت کے ساتھ آپ کو بٹھایا، اس زمانہ میں حضرت مفتی صاحب کے پاس ایک استفتاء آیا ہوا تھا کہ شادی میں لڑکی والوں کے یہاں دعوت کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ یعنی شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے ولیمہ تو سنت ہے ہی، ولیمہ کی طرح لڑکی والوں کو بھی اپنے یہاں دعوت کرنا خواہ باراتیوں کی یا دوسرے لوگوں کی سنت ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نے بہت تحقیق سے اس کا جواب لکھا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب نکاح کیا تو آپ نے وسیع پیمانہ پر دعوت کی تھی، مصنَّف عبدالرزاق میں اس کی تفصیل موجود ہے، ،مصنَّف عبدالرزاق ہی کے حوالہ سے حضرت مفتی محمود صاحب نے شادی کے موقع پر لڑکی والوں کے یہاں دعوت کرنے کو افضل اور سنت لکھا تھا، حضرت مفتی صاحب کا وہ فتویٰ بعض رسائل میں شائع بھی ہوا۔

عصر کے بعد اس مجلس میں یہی موضوع زیر بحث آ گیا حضرت مفتی صاحب نے مصنَّف عبدالرزاق کی روایت کی وجہ سے ولیمہ کی طرح اس کو بھی مسنون قرار دیا لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے فرمایا کہ وہ روایت بالکل ناقابل اعتبار ہے، پھر آپ نے اس کی وجوہ بیان فرمائیں، جس راوی کی بناء پر وہ روایت ناقابل اعتبار ہے آپ نے اس کی نشاندہی بھی فرمائی، حضرت اقدس مفتی صاحب کو تنبہ ہوا چنانچہ آپ نے اس سے رجوع فرمایا اور تدارک کے طور پر ایک دوسری تحریر رسالہ ''ریاض الجنۃ'' جو گورینی ضلع جونپور سے شائع ہوتا ہے میں شائع فرمائی، فائدہ کی غرض سے وہ مکتوب یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا مکتوب

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ شانہٗ

مکرم ومحترم مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مؤقر جریدہ ''ریاض الجنۃ'' دوماہی جلد دوم شمارہ ایک محرم وصفر ۱۴۰۶ھ مطالعہ کیا جس میں صفحہ ۱۷ پر لڑکی کی شادی کے موقع پر دعوت کا تذکرہ ہے جو کہ آپ نے پیام

سنت کانپور سے نقل کیا ہے اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ:

''میرے ایک محترم فاضل محسن حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے مجھے متنبہ کیا (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) کہ اس سلسلہ کی جو روایت مصنّف عبدالرزاق میں ہے اس پر سخت جرح کی گئی ہے، میں نے مصنّف میں تلاش کرکے دیکھا تو اس کے حاشیہ پر محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی **أدام اللّٰه بنفع علومه وبركاته** نے ابن حجرؒ سے ایسی جرح نقل فرمائی ہے کہ جس سے وہ روایت قابل احتجاج نہ رہی، اس لئے میں اپنی اس تحریر سے جس میں بحوالہ مصنّف عبدالرزاق لڑکی کی تقریب نکاح کے وقت دعوت کا ذکر ہے اور حضور اکرم ﷺ سے حضرت فاطمہ کی تقریب نکاح میں دعوت کرنا منقول ہے، میں اس سے رجوع کرتا ہوں بلکہ اعلان کرتا ہوں، آپ اس کو ''ریاض الجنۃ'' میں شائع فرمادیں تاکہ ناظرین غلطی میں مبتلا نہ ہوں، **استغفر اللّٰه العظيم**.

العبد محمود غفرلہ

مسجد چھتہ دارالعلوم دیوبند

بتاریخ: ۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۶ھ

مطابق ۲۷/ فروری ۱۹۸۶ء

لڑکی کی شادی میں لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کرنے کے سلسلہ میں مزید تحقیق کے لئے احقر نے حضرت شیخ کی خدمت میں خط لکھا، حضرت نے اس کا جو جواب تحریر فرمایا وہ بھی درج ذیل ہے:

''بیٹی والوں کی طرف سے دعوت کا مسنون ہونا اگرچہ بعض اہل فتویٰ نے لکھ دیا ہے اور مصنّف عبدالرزاق کی ایک روایت پر جس میں حضرت فاطمہ کے نکاح کا مفصل تذکرہ ہے اعتماد کیا ہے جو امام عبدالرزاق نے جلد: ۵، ص: ۴۸۷ پر درج کی ہے لیکن اس کا راوی

يحییٰ ابن العلاء البجلی ہے وهو متروك قاله الدار قطني، وقال احمد بن حنبل: كذاب يضع الحديث.

نکاحِ فاطمہ کے سلسلہ میں اسی انداز کی ایک روایت ابن حبان، ص ۵۵۰ نے نقل کی ہے جس میں دعوت کا مضمون نہیں، حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب ۳۴۰ جلد ۱۱ میں اس پر نکارت کا حکم لگایا ہے اور حاشیہ **موارد الظمآن** میں لکھا ہے **والحديث ظاهر عليه الافتعال** میرے خیال میں یہ حدیث بھی موضوع ہے، متروک راوی کی روایت سے مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا جب کہ وہ متہم بھی ہو۔ (نوادر الفقہ ص: ۱۰۷)

مہمان کس کو کہتے ہیں؟

حضرت والا کی مجلس تو علمی مجلس ہی ہوا کرتی تھی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جب کبھی حضرت اقدس مفتی محمود حسنؒ کی مجلس میں تشریف لے آتے تو کوئی نہ کوئی علمی موضوع زیر بحث آ ہی جاتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت تشریف لائے اور یہ موضوع سامنے آیا کہ حدیث شریف میں مہمانوں کے حقوق کے ادا کرنے کی تاکید آئی ہے، کمالِ ایمان کو اکرامِ ضیف پر موقوف کیا گیا ہے یعنی اکرام ضیف کے بغیر آدمی کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا- **من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه**- اکرامِ ضیف شرعاً مطلوب ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مہمان کی تعریف کیا ہے؟ مہمان کے مصداق کون لوگ ہیں؟ اس سلسلہ میں حضرات شیخین کی گفتگو ہوتی رہی، حضرت مفتی صاحب نے جوبات فرمائی اور بعد میں حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب حدیث پاک کی روشنی میں حضرت مفتی صاحب کے حوالہ سے جو کچھ بیان فرماتے تھے اس کا خلاصہ حضرتؒ ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

''حدیث پاک میں آیا ہے: **إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا** یعنی جو تمہاری

زیارت کے لئے آیا ہے اس کا تم پر حق ہے، حدیث پاک میں لِـزَوْرِکَ آیا ہے یعنی جو تمہارا زائر ہے اور تم کو مقصود بنا کر تمہارے ہی پاس آیا ہے وہ تمہارا مہمان ہے اس کا تم پر حق ہے، یہ نہیں کہ آئے ہیں کسی غرض سے، آئے ہیں شہر میں کسی کام سے اور خیال آیا کہ چلو فلاں سے بھی ملاقات کرلیں وہ زائر اور مہمان نہیں ہے کیونکہ آئے تھے کسی اور کے پاس اور ملاقات کے لئے یہاں بھی آگئے، حضرت شیخ نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے حضرت مفتی صاحب سے پوچھا کہ مہمان کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: ’’جس کو میزبان سمجھے کہ یہ میرے مہمان ہیں تو وہ مہمان ہے‘‘

آپ کی بعض علمی تحقیقات پر

خواب میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تائید

تمام علماء محققین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ خواب حجت شرعیہ نہیں ہے، کسی بھی مسئلہ میں اس کو دلیل شرعی کے طور پر نہیں پیش کیا جا سکتا اور کسی بھی حدیث کی تحقیق کے سلسلہ میں محض خواب کی بناء پر اس کی تصحیح یا تضعیف یا اس کے موضوع ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس سلسلہ میں تو انہیں اصولِ شرع یعنی اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کی بنیادوں پر فیصلہ کیا جائے گا جس کو ہمارے فقہاء واصولیین اور محدثین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

البتہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے کوئی امر ثابت ہو اور منامات وخوابات کو محض تائید کے طور پر بیان کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے اور اطمینان قلب اور انشراح طبع کے لئے یہ تائیدی خوابات بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں خصوصاً جب کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو اور آپ کی طرف سے تائید ہو تو یہ بڑے درجہ کی چیز ہے

چنانچہ اسی نقطہ نظر سے حضرت امام مسلم نے مقدمہ مسلم میں بعض رُواۃ کے تعلق سے ایک موقع پر تحریر فرمایا ہے کہ علی بن مسہر فرماتے ہیں کہ میں اور حمزہ زیات نے ابان بن ابی عیاش سے تقریباً ایک ہزار حدیثیں سنیں، علی کہتے ہیں کہ میں نے حمزہ سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی میں نے ابن ابی عیاش سے سنی ہوئی حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی تو آپ نے ان ایک ہزار حدیثوں میں صرف چند حدیثوں کو یعنی پانچ یا چھ کو صحیح سمجھا اور بس۔ **قال علی فلقیت حمزة فأخبرنی أنه رأی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی المنام فعرض علیه ماسمع بن أبان فماعرف منا إلا شیئاً یسیراً خمسة أو ستة**

(مقدمہ مسلم شریف ص:۱۸ ج۱)

حضرت امام مسلم نے ابان بن عیاش کے ضعف کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس خواب کا تذکرہ فرمایا اس کی حیثیت صرف استیناس اور تائید کی ہے نہ کہ دلیل شرعی کی اور یہ استیناس وتائید بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے، امام مسلم کی مذکورہ بالا عبارت کے تحت حضرت امام نووی نے قاضی عیاض مالکی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ محض خواب کی بناء پر ابان بن عیاش کے ضعیف ہونے کا فیصلہ کیا گیا ہو، یہ تو محض تائید کے طور پر ایک ثابت شدہ امر کا اظہار ہے ورنہ خواب کا درجہ تو یہ ہے کہ اس کے ذریعہ نہ کسی سنت کا اثبات ہو سکتا ہے نہ ابطال، اور یہ تمام علماء کا اتفاقی مسئلہ ہے:

قال القاضي رحمه اللہ تعالیٰ: هذا ومثله استيناس وإظهار علی ما تقرر من ضعف أبان لا أنه يقطع بأمر المنام ولا أنه تبطل بسببه سنته ولا تثبت به سنة لم تثبت، وهذا بإجماع العلماء. (شرح مسلم للنووی ص:۱۸)

اس سلسلہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے نہایت اختصار سے بڑی جامع بات فرمائی ہے وہ یہ کہ:

''خواب حجت شرعیہ نہیں ،اس سے نہ غیر ثابت ثابت ہوسکتا ہے نہ راجح مرجوح، نہ مرجوح راجح،سب احکام اپنے حال پر رہیں گے البتہ اتنا اثر لینا شرع کے موافق ہے کہ جانب احوط کو پہلے سے زیادہ لے لیا جائے۔ (بوادرالنوادر ص:۷۵۱)

ذیل میں ہم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ کے ایک ایسے علمی سوال وجواب کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تائید فرمائی،اور جس کو ایک موقع پر آپ نے خود ہی بیان فرمایا وہ یہ ہے:

''ایک بات کہنے کی نہیں لیکن کہتا ہوں کہ میں اپنی چار پائی پر بیٹھا تسبیح پڑھ رہا تھا،ایک صوفی صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو زیادہ پڑھے لکھے نہیں لیکن ان کے دل کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں ان سے میری دوستی ہے، میں ذکر کرتے کرتے باتیں بھی کر رہا تھا، میں نے ان سے یہ کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس عالم میں کفر وشرک کی بیخ کنی کے لئے ہوئی تھی ، آپ توحیدِ خالص کی اشاعت کے لئے تشریف لائے تھے تو انہوں نے ایک دم اسی وقت کہا ابھی میں نے دیکھا کہ روضۂ اطہر سے ایک نور آیا اور تمہاری طرف گیا ، مجھے تو کچھ پتہ نہ چلا، اندھے آدمی کو کیا پتہ چلے؟ لیکن جس شخص کے سامنے یہ بات ہوئی تھی اس نے ایک دم یہ بات کہی۔

ایک دفعہ ایک طالب علم نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا کرنے پر قادر ہیں؟ تو میں نے کہا کہ دو باتیں ہیں ایک ہے عالَم امکان اور دوسرا عالَم وقوع، عالم امکان میں اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تو کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کروڑوں اور اربوں رسول پیدا کرنے پر قادر ہیں لیکن عالم وقوع میں یہ ہوگا نہیں ،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کو خاتم الانبیاء،

سید المرسلین بنادیا ہے اور قیامت کے دن آدم اور تمام اولادِ آدم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے ، وہ طالب علم صاحب کشف تھے اور عجیب وغریب ان کے کشوف تھے، وہ کبھی کبھی میرے پاس آکر ادھر ادھر کی باتیں سنایا کرتے تھے تو انہوں نے ایک دم رونا شروع کیا اور بہت دیر تک روتے رہے، میں تو خاموش ہوگیا، جب رونا ختم ہوگیا تو میں نے پوچھا تو کیوں رو رہا تھا؟ اس نے کہا کہ جس وقت آپ یہ تقریر کر رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ روضۂ اطہر سے حضور اکرم ﷺ نے اپنا چہرۂ انور نکالا اور تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں، اب مجھے ڈر سا معلوم ہوا، میں وہمی آدمی ہوں کہ معلوم نہیں حضور نے تائیداً دیکھا یا تردیداً؟ کیا ہوا ہوگا؟ خیر تیسرے سال میں نے حضرت شیخ کو خط لکھا اور خط میں یہ واقعہ لکھا اور لکھنے کا منشاء یہ بات تھی کہ میں نے خواب میں اس طرح دیکھا کہ مجھ سے کوئی پوچھتا ہے کہ کیا حضرت محمد ﷺ جیسا اللہ پیدا کرسکتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ محمد ﷺ تو کیا ان سے لاکھوں بلکہ اربوں درجہ افضل پیدا کرنے پر قادر ہیں، پھر مجھے اس بچہ کا قصہ یاد آگیا تو میں نے یہ سب لکھ کر مدینہ منورہ بھیج دیا، شیخ کا وہاں سے جواب آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا تردید نہیں تھی بلکہ تائید تھی'' (کتاب التوحید ص:۶۲،۱۶۱)

وسعت مطالعہ کے ساتھ علمی استحضار

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسعت مطالعہ اور کمال علمی کے ساتھ ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا کہ برسوں پہلے آپ کی نظر سے کوئی کتاب گزری ہو لیکن جب کبھی موقع آیا تو آپ نے فوراً فرمایا کہ فلاں کتاب اٹھاؤ، اس میں یہ بات لکھی ہوئی ہے، بلکہ بسا اوقات یہ تک فرمادیتے کہ فلاں کتاب میں دائیں صفحہ پر یہ بات لکھی ہوئی ہے، کتاب منگواتے ،کھولتے وہ بات

اس کتاب میں مل جاتی تھی، احقر حضرت کا خادم تھا، مختلف سوالوں کے جواب میں بکثرت حضرت سے پوچھا کرتا تھا کہ آپ نے یہ بات فرمائی ہے کہاں لکھی ہے؟ حضرت اس کا جواب دیتے، کبھی یہ فرماتے کہ تو یہ چاہتا ہے کہ بغیر محنت ومطالعہ کے مجھے سب مل جائے، یعنی حضرت والا احقر کو خود بھی مطالعہ اور تحقیق کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ: ولادت کی آسانی کے لئے عرب میں مریم پنجہ ملتا ہے (یہ ایک جڑی بوٹی ہے پنجہ کی سی اس کی شکل ہوتی ہے اس لئے اس کا نام ہی مریم پنجہ ہے) حضرت نے فرمایا: مشہور یہ ہے کہ ولادت کے وقت اُس مریم پنجہ کو کسی برتن میں پانی میں ڈال دیا جائے اور اس حاملہ عورت کے سامنے اس کو رکھا جائے وہ عورت اس کو دیکھتی رہے، یہ پنجہ پانی میں پھیلے گا اسی کے ساتھ اس کی ولادت میں آسانی ہوگی، واللہ اعلم، پھر حضرت والا نے اس احقر کو دو مریم پنجے عطا فرمائے۔

ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ: ولادت کی آسانی کیلئے ''مؤطا امام مالک'' کتاب کسی کپڑے میں لپیٹ کر عورت کے سرہانے رکھ دی جائے تو اس سے ولادت میں آسانی ہوتی ہے، احقر نے حضرت سے ادب سے عرض کیا کہ حضرت یہ بات کہاں لکھی ہے؟ حضرت نے فرمایا ''اوجز المسالک شرح موطأ مالک'' کے مقدمہ میں جہاں موطأ کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں وہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حوالہ سے لکھی ہے، احقر نے ''اوجز المسالک'' کتاب اٹھا کر دیکھی واقعی اس میں یہ بات لکھی ہے، اور یہ مجرّب بات میں سے ہے، واللہ اعلم۔

حضرت بسا اوقات درس میں اور بسا اوقات اپنی مجلس میں کبار صوفیاء مثلاً ابن عربی، مولانا رومی، شمس تبریز، حافظ شیرازی کا تذکرہ فرماتے اور ان کبار صوفیاء کے بعض اشعار کو نقل فرما کر ان پر سخت تنقید فرماتے بلکہ بعض کو تو ملحد اور کافر تک قرار دیتے تھے اور یہ کوئی نیا مسئلہ اور نئی بات نہیں، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے فتاویٰ میں اس سلسلہ میں

سوال وجواب موجود ہیں، حضرت تھانویؒ کے ایماء پر مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے تو ابن العربیؒ پر اس سلسلہ میں ایک رسالہ مرتب کیا ہے جو پاکستان میں شائع ہوا ہے، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب تاریخ دعوت وعزیمت میں وحدۃ الوجود اور ابن العربی کے تعلق سے بہت کچھ لکھا ہے، تکفیر وتفسیق، الحاد وزندقہ کا حکم لگانا یہ حضرت کا موضوع نہیں، کسی شخص کی تکفیر وتفسیق سے پہلے توجیہ وتاویل کو لازم پکڑنا فقہ وفتویٰ کا خاص شرعی ضابطہ ہے لیکن حضرت کے پیش نظر کچھ ایسے حقائق اور ابن عربی، شمس تبریز، مولانا رومی کے کچھ اشعار ایسے تھے جن کی بناء پر حضرت ان سب پر سخت تنقید اور نکیر فرماتے تھے، ایک مرتبہ احقر نے حضرت سے ادب سے عرض کیا کہ حضرت جن وجوہات کی بناء پر آپ ان کبارِ صوفیاء کے بارے میں یہ باتیں فرماتے ہیں، اس سے پہلے بھی فقہاء ومحدثین نے فرمایا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا، علامہ حلبیؒ کی ایک پتلی سی کتاب دارقدیم کے کتب خانہ میں ہے، مختصر سا رسالہ ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اس میں یہ باتیں لکھی ہیں، حضرت کو کتاب کا نام صحیح یاد نہیں رہا، بعد میں دیکھنے اور تلاش کرنے کا موقع نہ ملا۔

احقر نے اسباب وتدبیر کے موضوع پر ایک رسالہ مرتب کیا ہے جس کا نام ہے ''اسباب واعمال اور تدبیر وتوکل کا شرعی درجہ'' یہ اصلاً حضرت تھانویؒ کے افادات کا مجموعہ ہے، حضرت نے اس کو پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کے فلاں وعظ میں یہ مضمون بڑے اچھے انداز سے بیان کیا گیا ہے، بڑے اعتدال کی بات فرمائی ہے، اس سے ساری غلط فہمیاں دور ہوجاتی ہیں اس کا مطالعہ کرنا، اس کو دیکھا واقعی اُس میں وہ مضمون کافی تفصیل سے موجود ہے۔

اسی طرح حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کے کسی معتقد اور مرید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت تھانویؒ کے حق پرست ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے تائید فرمائی اور کچھ تعریف وتوصیف کے کلمات فرمائے، اس معتقد نے حضرت تھانویؒ سے

خواب بیان کیا، حضرت تھانویؒ کوسن کر وجد آ گیا، بہت متاثر ہوئے اور خوشی میں حق تعالیٰ کے شکریہ میں ایک وعظ فرمایا، حضرت نے احقر سے فرمایا: اس وعظ کو دیکھو بہت اہم ہے۔

علم وتحقیق کے میدان میں عدل وانصاف

علم وتحقیق کے میدان میں ایسے مواقع کثرت سے آتے ہیں کہ ایک محقق کسی مسئلہ کی تحقیق کرتا ہے اور اس کی تحقیق خود اس کے اپنے اساتذہ ومشائخ یا ان اسلاف کے خلاف ہوتی ہے جن کے ساتھ اس کو غایت درجہ حسنِ ظن اور عقیدت ومحبت کا تعلق ہے، یہ موقع ایک محقق اور صاحب قلم کے لئے بڑے امتحان وآزمائش کا ہوتا ہے کہ ایسے موقع میں وہ اپنی تحقیق کے خلاف اپنے اکابر واساتذہ یا اپنے اسلاف کی موافقت اور تائید کر کے مداہنت اور خیانت کا مرتکب ہوتا ہے یا اَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ کا مصداق (جو مخلص اہل علم وتحقیق کی شان ہے) بن کر علم وتحقیق اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے؟

الحمدللہ ہمارے اکابر اپنے اسلاف اور صحابہ کے نقش قدم پر تھے، کسی علمی مسئلہ میں اگر ان کی تحقیق ان کے اساتذہ ومشائخ اور اکابر کی تحقیق کے خلاف ہوتی تو علمی دیانت داری کے تقاضے کے مطابق واضح طور پر اس کا اظہار فرما دیتے، ضرورت محسوس کرتے تو تحریر میں بھی اس کا اظہار فرما دیتے اور لوگوں کے سامنے بھی اس کو بیان فرما دیتے۔

چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا قیام میلاد کے مسئلہ میں اپنے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلاف واضح بیان معروف ومشہور ہے، اسی طرح حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے بعض مسائل میں حضرت گنگوہیؒ کی تحقیق کے خلاف رائے ظاہر فرمائی، نیز حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی حضرت تھانویؒ کی بعض تحقیقات سے اختلاف فرمایا کیونکہ یہ تو عدل وانصاف اور علمی دیانت کا تقاضا ہے۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ بھی اپنے اکابر کی اسی روش پر قائم

77

تھے، بہت سے مسائل اور علمی تحقیقات میں آپ نے اپنے اسلاف اپنے اساتذہ ومشائخ اور کبار محدثین سے اختلاف فرمایا ہے اور یہ آپ کے حق پرست ہونے کی علامت ہے، حتی کہ بعض مسائل وتحقیقات میں آپ کی تحقیق شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ یا حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق کے خلاف ہوتی تو آپ واضح طور پر ان کے خلاف بھی تحریر فرماتے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

علم وتحقیق کے میدان میں عدل وانصاف کے چند نمونے

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کے بہت معتقد تھے، فرماتے تھے کہ یہ بڑے درجہ کے محقق ہیں، احادیث مبارکہ کی تحقیق میں ان کا بلند مقام ہے، ان کے سامنے بڑے بڑے لوگ گھٹنے ٹیک دیتے ہیں، بہت سے مسائل میں خود آپ علامہ ابن تیمیہ کی تحقیق کی اتباع کرتے تھے، لیکن بہت سے مقامات میں جہاں حضرت شیخؒ کی تحقیق علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق سے مختلف ہوتی وہاں واضح طور پر علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق سے اختلاف فرماتے اور مدلل طریقہ پر علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے کو مرجوح قرار دیتے ہیں، اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) مثلاً حدیث ''**توسعة علی العیال**''، یعنی یوم عاشوراء میں گھر والوں پر کھانے میں فراخی کے سلسلہ کی حدیث جس کو طبرانی، بیہقی وغیرہ نے نقل کیا ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ اس حدیث کے راوی کو انہوں کذاب اور حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، علامہ کی عبارت یہ ہے:

قال ابن تیمیة: وهذا الحدیث (اي من وسّع علی عیاله یوم عاشوراء وسّع اللّٰه علیه سائر سنته) کذب موضوع، وقد ذکره ابن الجوزي في الموضوعات وقال ابن تیمیة في المنهاج هذا الحدیث کذب علی النبي صلی اللّٰه علیه وسلم (نوادر الحدیث ص: ۵۱۴)

لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے اس حدیث کی مکمل تحقیق فرمائی اور تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث پانچ صحابہ سے منقول ہے، اس کے راوی کو کذاب اور اس حدیث کو موضوع نہیں قرار دیا جاسکتا اور واضح طور پر علامہ ابن تیمیہ کا رد لکھا ہے چنانچہ حضرت شیخ مختلف عبارتیں نقل کرنے کے بعد اخیر میں بطور خلاصہ کے تحریر فرماتے ہیں:

''حافظ ابن ناصر نے (اس حدیث کے) بعض طرق کو صحیح کہا ہے، عراقی بعض کو صحیح علی شرط مسلم کہتے ہیں اور بعض کو ابن حبان کی رائے پر حسن قرار دیتے ہیں اور کلام امام بیہقی مفید ثبوت ہے، حافظ منذری، سخاوی وسیوطی اور قسطلانی وغیرہم نے بیہقی کا کلام نقل فرما کر سکوت فرمایا ہے ......لہذا معلوم ہوا کہ یہ حدیث بیہقی کے نزدیک موضوع نہیں اور علامہ سیوطی کی رائے ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، لہذا جب اساطین امت اس کو موضوع نہیں قرار دیتے ہیں تو پھر وضع کا حکم مشکل ہے اس لئے کہ ابن الجوزی وابن تیمیہ وغیرہما متشددین میں ہیں اور ابن تیمیہ کا یہ دعویٰ کہ (یہ حدیث) متعصبین حسین کی من گھڑت ہے، بے بنیاد ہے، بلا دلیل معتبر نہیں ہے جب کہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے پھر ان کا دعویٰ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟'' (نوادر الحدیث ص ۵۱۷)

(۲) اسی طرح فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کو علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیمؒ نے غلط اور بدعت تک قرار دیا ہے لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے واضح طور پر علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیمؒ کے خلاف رائے قائم کرتے ہوئے ان کی تردید فرمائی ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نوادر الفقہ: ص ۴۷ تا ۴۹)

(۳) حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحبؒ حافظ ابن حجر کے بہت معتقد تھے اور ان کو اپنا محسن سمجھتے تھے اور جذبہ میں آکر کبھی ان کو اپنا چچا بھی کہتے تھے، فرماتے تھے کہ بخاری شریف کی شروحات میں سب سے زیادہ فائدہ میں نے حافظ کی فتح الباری سے اٹھایا، لیکن ایک

نہیں متعدد مقامات میں حضرت شیخ نے حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق کے خلاف رائے قائم فرمائی اور واضح طور پر فرمایا کہ حافظ ابن حجرؒ سے اس مقام پر چوک ہوگئی، حضرت شیخ نے اپنے ایک مقالہ میں چھ مقامات کو تحریر فرمایا ہے جہاں حافظ صاحب سے چوک ہوئی اور اپنی تحقیق کو پیش فرمایا ہے۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو احقر کی ترتیب دی ہوئی کتاب نوادر الحدیث ص: ۹۸ تا ص ۱۰۱)

دوسرے موقع پر حضرت نے زبانی ارشاد فرمایا کہ اس نوع کے اور بھی بہت سے مقامات ہیں جہاں حافظ صاحبؒ نے کچھ تحریر فرمایا ہے اور میری تحقیق اس سے مختلف ہے، شاگردوں نے اس کے اظہار اور اس کے بھی تحریر کرنے کی درخواست کی تو متواضعانہ کلمات فرما کر خاموشی اختیار فرمالی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ کے نہ صرف استاذ و شیخ بلکہ بڑے درجہ کے محسن بھی تھے، بخاری شریف پڑھانے اور شیخ الحدیث بنانے میں آپ کا بہت بڑا احسان تھا۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے ہمیشہ ان کی غایت درجہ تکریم وتعظیم فرمائی، حسن ظن اور عقیدت ومحبت اور والہانہ تعلق کا اندازہ ان چند جملوں سے لگایئے جس کو حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب نے حضرت شیخ مولانا زکریاؒ کے ایک مکتوب کے جواب میں جس کو انہوں نے مکہ مکرمہ یا مدینۃ المنورہ سے تحریر فرمایا تھا جس میں حدیث کی روشنی میں ایک مسئلہ کی تحقیق کرنے کا حکم اور استفسار تھا، چنانچہ حضرت شیخ یونسؒ نے اس کا تحقیقی وتفصیلی جواب تحریر فرمایا، اسی خط کے اخیر میں بڑے عاجزانہ انداز سے تحریر فرماتے ہیں:

''کوتاہیوں کی معافی کی درخواست ہے اور حضرت نالائقی کے بعد یہ خیال رہتا ہے کہ حضرت ہی ملجأ وماویٰ ہیں، دعائے صلاح وفلاح دارین کی درخواست ہے'' (نوادر الفقہ ص: ۹۹)

لیکن ان سب کے باوجود جب کسی مسئلہ میں بحث وتحقیق کا موقع آیا اور اس مسئلہ میں آپ کی تحقیق اپنے محسن ومربی اور شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی تحقیق وتصریح کے خلاف تھی تو آپ نے علمی دیانت داری اور عدل وانصاف کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی رائے کے خلاف اپنی رائے ظاہر فرمائی۔

(۴) مثال کے طور پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی کتاب فضائل رمضان جو حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحبؒ کے یہاں رمضان المبارک میں بعد عصر اہتمام سے پڑھی جاتی تھی اس میں روزہ کے فضائل کے تعلق سے حدیث پاک ذکر کی گئی، حق تعالیٰ فرماتا ہے: ”وانا أجزي به“ یعنی روزہ دار کے روزہ کا بدلہ اور ثواب میں خود عطا کروں گا لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ ”فضائل رمضان“ میں اسی حدیث۲ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

”بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ ”وانا أجزىٰ به“ ہے یعنی یہ کہ اسکے بدلہ میں میں خود اپنے کو دیتا ہوں اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اونچا بدلہ اور کیا ہوسکتا ہے؟“ (فضائل رمضان فصل اول حدیث۲)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کی مجلس میں فضائل رمضان کا یہ مضمون پڑھا گیا، بعد میں احقر نے حضرت اقدسؒ سے عرض کیا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس کی تردید فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ نسخہ غلط ہے، حدیث کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، حضرت تھانویؒ کی عبارت درج ذیل ہے، ارشاد فرمایا:

”حدیث شریف میں ہے ”وانا أجزي به“ یعنی میں اسکو بدلہ دوں گا، اور ایک نسخہ ”وأنا أُجزىٰ به“ مجہول صیغہ سے بھی مشہور ہے یعنی اس کا بدلہ یہ ہے کہ میں اس کو ملوں گا، اگرچہ یہ مضمون فی نفسہٖ صحیح ہے کہ حق تعالیٰ اس کے بدلہ میں مل جائیں گے مگر غلطی یہ ہے

79

کہ اس مضمون کو اس حدیث سے نکالا جاتا ہے، جو شخص ذرا بھی عربیت سے تعلق رکھتا ہوگا وہ ہرگز اس سے یہ معنی نہ سمجھے گا اس لئے کہ عربیت کے اعتبار سے اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ”میں بدلہ دیا جاؤں گا“ یعنی نعوذ باللہ مجھ کو کوئی جزاء دے گا، نہ یہ کہ میں جزاء میں مل جاؤں گا، یہ اس کا ترجمہ نہیں ہے، پس یہ نسخہ غلط ہے، صحیح وہی ہے ”وانا أجزي به“ یعنی میں اس کی جزاء دوں گا اور روزہ کی فضیلت یہ کیا کچھ کم ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں جزاء دوں گا، باقی فی نفسہٖ یہ مضمون صحیح ہے کہ حق تعالیٰ اس کے بدلہ میں مل جائیں گے“

(وعظ الصوم ص۱۲۰ واحکام رمضان المبارک ص۳۷)

حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے احقر نے حضرت شیخ سے یہ بات عرض کی اور دریافت کیا کہ حضرت دونوں باتوں میں کون سی بات زیادہ صحیح ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے جو کچھ فرمایا ہے روایت ودرایت اور سند کے اعتبار سے یہی بالکل صحیح ہے اور فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو اللہ نے ایسا تحقیقی ملکہ عطا فرمایا تھا کہ وہ اپنی بصیرت ودرایت اور قوت فہم سے جو بات پہلے فرمادیتے ہیں ہم لوگ سیکڑوں صفحات کی ورق گردانی کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں جس کو حضرت تھانویؒ اپنی درایت اور فہم سے پہلے ہی فرما چکے ہوتے ہیں، واقعی حدیث پاک میں ”وانا أُجزىٰ به“ والی روایت صحیح نہیں ہے حضرت تھانویؒ نے بالکل صحیح فرمایا۔

(۵) ایک مرتبہ حضرت شیخؒ حافظ شیرازیؒ پر کچھ تبصرہ فرما رہے تھے اور ان کے کسی مضمون یا بعض اشعار پر سخت نقد واعتراض فرما رہے تھے، اتفاق ہے کہ اس وقت احقر اپنی ایک کتاب ”مسئلہ تکفیر“ جو حضرت تھانویؒ کے افادات پر مشتمل ہے، مرتب کر رہا تھا اور کتابت شدہ اس کے کچھ اوراق احقر کے ہاتھ میں تھے جس میں اتفاق سے انہیں مضامین اور انہیں اشعار کی حضرت اقدس تھانویؒ نے تشریح فرمائی تھی جن پر حضرت اقدس شیخ نقد

فرما رہے تھے، احقر نے وہ کتابت شدہ اوراق حضرت کی خدمت میں پیش کردیئے حضرت نے بغور اس کا مطالعہ فرمایا اور سکوت فرمایا اور یہ فرمایا کہ حضرت تھانویؒ نے تو بالکل مسئلہ ہی صاف کردیا، اس کے بعد تو کچھ کہنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

الغرض حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے آپ کو غایت درجہ عقیدت ومحبت تھی، ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ نے راقم الحروف سے فرمایا تم کہاں ملفوظات ومکتوبات میں لگ گئے، صلاحیت تھی ادھر لگتے کوئی تحقیقی کام کرتے، یعنی فن حدیث سے متعلق کوئی کام کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا، لیکن حضرت اقدس نے جب احقر کی ترتیب دی ہوئی بعض کتابیں جو حضرت تھانویؒ کے افادات پر مشتمل ہیں ان کو دیکھا تو بہت پسند فرمایا ''**العلم والعلماء**'' کتاب کو اپنی مجلس میں از اول تا اخیر پڑھوایا اور الحمد للہ احقر کو بہت دعائیں دیں، ایک مرتبہ خوش ہوکر یہاں تک فرمایا حضرت تھانویؒ پر تم جو کام کررہے ہو اس میں کتنا خرچ آتا ہے ایک آدھ کتاب کا خرچ میں بھی دوں، میری بھی اس کام میں شرکت اور تمہاری مدد ہوجائے، حضرت تھانویؒ کا بہت بڑا کام ہے، دین کے تمام شعبوں کو حاوی ہے، اللہ کا شکر ادا کرو اس نے تم کو اس کام کی توفیق دی، یہ تمہاری صرف ترتیب نہیں تصنیف بھی ہے، یہ آسان کام نہیں بہت مشکل کام ہے، ہزاروں صفحات کا مطالعہ کرنا، پھر اس کا فن متعین کرنا اور اس کو علحدہ کرکے ترتیب قائم کرنا مشکل کام ہے، اللہ کا شکر ادا کرو، اس نے تمہارے وقت میں برکت دی ہے، اور اللہ نے تم کو کام کا سلیقہ بھی دیا ہے، میرے علمی خطوط کاپیوں میں محفوظ ہیں وقت نکال کر اس کو بھی مرتب کردو۔

الغرض ایک طرف تو حکیم الامت حضرت تھانوی سے اس درجہ عقیدت اور ان کی درایت پر اس درجہ اعتماد لیکن اگر کسی موقع میں آپ کی تحقیق کے مطابق حضرت تھانوی کی تحقیق وتصریح کے مقابلہ میں کسی دوسرے عالم کی تحقیق زیادہ صحیح تھی تو آپ نے واضح

طور پر حضرت تھانویؒ کی تحقیق کے خلاف دوسرے عالم کی تحقیق کو راجح قرار دیا، چنانچہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کے ایک خط کے جواب میں آپ نے حضرت تھانویؒ کے مقابلہ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کی بات کو راجح قرار دیا ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جس میں لکھا:

''سورہ واقعہ'' میں **فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ** کے بارہ میں بیان القرآن، معارف القرآن وغیرہ میں بتایا ہے کہ اس کا تعلق آخرت سے ہے لیکن سیرت النبی جلد۴ میں غالباً سید سلیمان ندوی نے اس کو موت کے وقت کے بارے میں لکھا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ موت سے اس کا تعلق کسی تفسیر میں ہو تو صرف ان تفسیروں کا آپ نام لکھ دیں تا کہ اگر ہم بیان میں اس کو موت کے وقت سے جوڑیں اور کوئی پوچھے تو جواب دینا آسان ہو اور اگر کسی نے بھی موت سے نہیں جوڑا تو یہ بھی لکھ دیں تا کہ ہم اسے بیان نہ کریں''

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا:

''بیان القرآن وغیرہ میں جو تفسیر بیان کی گئی ہے، صاحب روح المعانی وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور سید صاحب نے جو تفسیر اختیار کی ہے در منثور وغیرہ میں سلف سے نقل کی گئی ہے: قال السیوطی ......الخ جتنا اوپر لکھا گیا سب حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر کے صریح مطابق ہے۔ (نوادر الفقہ ص۳۸۴)

الغرض اس موقع پر حضرت شیخ نے حضرت تھانویؒ کی نقل کے مقابلہ میں علامہ سید سلیمان ندوی کی نقل کو راجح قرار دیا، یہ آپ کے غایت درجہ عدل وانصاف اور علمی دیانت داری کے سبب سے تھا، یہ شان کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ (تمت)

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے

علمی واصلاحی ارشادات اور چند علمی کمالات

مع مختصر سوانح

قسط اول (۱)

جمع وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگا، لکھنؤ